رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر منافعِ تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس علی الخصوص باشد یا بادی ❊ و نیز بر ضرورتِ تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی ❊ پس اتباعاً للنص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۵ | بابت شوال المکرم ۱۳۴۷ھ | نمبر ۶

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ❊ بصورتِ ترجمہ سالۂ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و رحمۃ المسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست

از درگاہِ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ❊ بادارۂ محمد عثمان عامی ❊ در ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی نیز فروخت و صادر میگردد

ملحوظہ: ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث افضل ہمسنا بکتاب اللہ و قضی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ ہجری

جو بہ برکت دعائے حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

(۱) اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

(۳) ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

(۴) رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ ہے معہ محصول ڈاک علاوہ اُن حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال نہ فرمادیں سب حضرات کی خدمت میں بذریعہ وی پی کیا جاتا ہے۔ اور وی پی کی صورت میں خرچ رجسٹری و فیس منی آرڈر اضافہ کر کے ۲؎ کا وی پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت معہ محصول چار شلنگ چھ پنیس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا کوئی اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

(۷) رسالہ ہذا کی پچھلی جلدیں بھی جو چھپ گئی ہیں انکی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے عہ معہ محصول کے، علاوہ محصول مقرر

الراقم

محمد عثمان مدیر رسالہ الہادی۔ دہلی

اور جو شخص کوئی گناہ کرے اُس کی سزا اُس کے برابر ہوگی۔ اور جس شخص نے
نیک کام کا ارادہ کیا مگر ارادہ پر عمل نہیں کیا اسکو ایک نیک عمل کا ثواب
ملے گا (یہ دو عمل وہ ہیں جن کا عوض عمل کے برابر ملتا ہے) اور جو شخص اللہ
کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرے اُس کا ثواب سات سو گُنے
تک بڑھتا ہے کہ ایک درہم کے سات سو درہم ملیں گے اور ایک دینار کے
سات سو دینار۔ اور روزہ خدا کے لئے خاص ہے۔ روزہ دار کے
ثواب (کی انتہا) کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا اسکو طبرانی
اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور صحیح ابن حبان میں یہ حدیث
حضرت خریم رض بن فاتک کی روایت ہے اسی کے قریب
ہے مگر اُس میں روزہ کا ذکر نہیں۔

(فائدہ) اس فصل کی پہلی حدیث میں جو یہ مضمون آیا ہے کہ روزہ دار
کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس سے
امام شافعی رح نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ روزہ دار کو زوال کے بعد
مسواک نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ یہ بدبو زائل نہ ہو۔ مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث
سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شرعاً اس بدبو کا پیدا کرنا یا زیادہ
کرنا مطلوب ہے بلکہ یہ مضمون ایسا ہے جیسا کہ حدیث میں بیماری
اور بلا اور بھوک کے فضائل وارد ہوئے ہیں یا جہاد میں غبار آلود ہونیکا
مذکور ہے۔ جن کا یہ مطلب نہیں کہ اِن فضائل کو سنکر تندرست آدمی بیمار
بننے کی کوشش کیا کرے یا گھر میں فراغت ہوتے ہوئے فاقہ
کیا جائے۔ یا خواہ مخواہ جہاد میں بدن کو بھبوت لپیٹ لیا جائے

۹

ؔ۵ اس جواب کی تائید حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی
ہوتی ہے اُنہوں نے بھی اِس حدیث کا بعینہ یہی مطلب بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو
نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص ۴۶۲ ج ۱ ۱۲ مترجم

بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر یہ مصائب واقع ہو جائیں وہ ان فضائل کو سنکر تسلی
حاصل کرے اسی طرح چونکہ روزہ میں بھوک پیاس کی وجہ سے
بوجہ خلوے معدہ کے ایک خاص قسم کی بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور بعض
لوگوں کے منہ میں یہ بدبو بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے حدیث میں اس
بات پر تنبیہ کر دیا گیا کہ اس بدبو سے نفرت نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ
خدا کی اطاعت کی علامت ہے کہ روزہ دار اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری
میں اپنے منہ کے گندہ ہونے کی بھی پروا نہیں کرتا۔ اور اس میں عبدیت
وغلامی کی خاص شان ظاہر ہوتی ہے اور عبدیت سے زیادہ خدا تعالےٰ
کو کوئی چیز پسندیدہ نہیں اور یہی راز بیماری اور فاقہ اور مصائب کی
فضیلت کا ہے کہ ان سے ہی بندہ کے اندر عبدیت کا غلبہ
ہوتا ہے اور اسکو اپنا عجز مشاہد ہو جاتا ہے مگر جیسا کہ وہاں یہہ
مطلب نہیں کہ آدمی قصداً بیمار رہا کرے۔ اسی طرح یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ
قصداً بدبوے دھن کو بڑھایا جائے۔

دوسرا جواب حنفیہ نے یہہ دیا ہے کہ روزہ میں جو منہ کے اندر بدبو
پیدا ہوتی ہے وہ مسواک سے زائل نہیں ہوتی کیونکہ یہہ بدبو تو خلوے
معدہ کی وجہ سے ہے تو جب تک خلوے معدہ رہے گا یہہ بدبو بھی موجود
رہے گی۔ خواہ کتنی ہی مسواک کی جائے۔ اس جواب پر بعض علماء شافعیہ
نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ سے نقض وارد کیا ہے
وہ واقعہ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جب توراۃ دینے
کا وعدہ فرمایا تو آنکو کوہ طور پر ایک مہینہ تک روزہ رکھنے اور اعتکاف
کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ موسےٰ علیہ السلام ایک مہینہ تک روزہ رکھتے
ہوئے معتکف رہے اور تیسویں دن آپنے کس چھال سے مسواک کرلی
کہ آج اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا دن ہے بہتر ہے کہ منہ کو مسواک سے

صاف کر لیا جائے اسپر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ تم نے یہ کیا کیا تم کو معلوم نہیں
کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو ہمارے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے
اور ہم اسی حالت میں آپ سے ہمکلام ہونا چاہتے تھے لہٰذا دس دن
اور روزے رکھو تاکہ یہ بدبو پھر پیدا ہو جائے۔ پس اگر روزہ میں مسواک
کرنا اس بدبو کو زائل نہیں کرتا جو خلوے معدہ کی وجہ سے پیدا
ہوتی ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کو مسواک کرنے کی وجہ
سے دس دن زائد روزے رکھنے کا کیوں حکم ہوا اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ مسواک اس بدبو کو زائل یا کم ضرور کر دیتی ہے۔ اس کا جواب اولاً تو یہ
ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہم نے جہاں تک تتبع کیا اسکی کوئی سند
صحیح نہیں ملی در منثور سے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ اسکو دیلمی نے
روایت کیا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ دیلمی نے اپنی فردوس میں ضعیف
بلکہ موضوع احادیث تک روایت کی ہیں اور شاذ و نادر ہی اس میں کوئی روایت
حسن ہوتی ہے اسی لئے علامہ سیوطی نے مقدمہ کنز العمال میں تصریح کی ہے
کہ جس حدیث کو ہم دیلمی کی طرف منسوب کر دیں اس کے ضعیف ہونے کے
لئے یہ نسبت ہی کافی ہے اور ثانیاً جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے اور اصولی قاعدہ ہے کہ شریعت
سابقہ کا حدیث و قرآن میں مذکور ہونا اس وقت حجت ہے جبکہ شریعت
محمدیہ میں اس کے خلاف حکم نہ دیا گیا ہو اور یہاں اس مسئلہ میں شریعت
محمدیہ نے اس واقعہ موسویہ کے خلاف حکم دیا ہے چنانچہ ابن ماجہ میں
حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا من خیر خلال الصائم السواک[1] روزہ دار کے لیے ایک بہترین عمل
مسواک کرنا ہے اور گو بیہقی وغیرہ نے اسکی سند میں کچھ کلام کیا ہے مگر انصاف

[1] کیونکہ مجالد بن سعید راوی میں محدثین کو کچھ کلام ہے مگر اس کی حدیث حسن سے کم نہیں ۱۲۔

یہ ہے کہ اسکی سند حسن ہے اور یقیناً دیلمی کی روایت مذکورہ سے یہ حدیث مقدم
ہے کیونکہ اسمیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قولی مذکور ہے اور
روایت دیلمی میں صرف شریعت سابقہ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے نیز احادیث
صحیحہ میں مسواک کی جسقدر تاکید وارد ہے اُس سے اہل علم ناواقف نہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لو لا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک
عند کل صلوٰۃ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خیال نہوتا تو میں اُسکو ہر نماز
کے وقت مسواک کا (وجوبی) حکم دیتا۔ اِس مضمون میں کثرت سے احادیث
وارد ہیں اور کسی میں روزہ کی حالت کو مستثنےٰ نہیں کیا گیا حالانکہ تین نمازیں
روزہ کے اندر بھی آتی ہیں جنمیں سے ظہر و عصر کی نماز زوال کے بعد ہے۔ نیز ایک
حدیث سے جسکی سند حسن ہے ابو داؤد و ترمذی نے اُسکو عامر بن ربیعہ سے روایت
کیا ہے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں کثرت
سے مسواک کیا کرتے تھے۔ زیلعی علی الھدایہ صفحہ ۲۴۷ ج۱ ۱۲

(فائدہ) اِس فصل کی تیسری حدیث میں جو حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی
ہے تصریح ہے کہ روزہ کا ثواب بے حساب ہے اُسکی انتہا کو خدا تعالےٰ کے سوا
کوئی نہیں جانتا یہ مضمون حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم السامی نے حضرت ابو ہریرہ
کی حدیث ملا سے استنباط کر کے ایک وعظ میں بیان فرمایا تھا الحمد للہ کہ حضرت
کے استنباط کی تائید صریح حدیث سے ہوگئی فللہ درہ من حکیم اور گو یہ حدیث
حافظ منذری کے قاعدہ پر ضعیف ہے مگر جب اسکی تائید احادیث صحیحہ کے
اشارات و دلالات سے ہو رہی ہے تو اصول حدیث کے مطابق اسکو
حسن لغیرہ کہنا بیجا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ مترجم

(**حدیث نمبر ۴**) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک
دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار

ہی داخل ہوں گے ان کے سوا اس دروازہ سے کوئی داخل نہوگا جب روزہ دار
داخل ہوجائیں گے تو اسکو بند کردیا جائے گا پھر اس دروازہ سے کوئی داخل نہوگا
اسکو امام بخاری اور مسلم اور نسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے ترمذی نے
اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جو شخص اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا
اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے اُن کے الفاظ یہ ہیں
کہ جب روزہ دار داخل ہوجائیں گے یہ دروازہ بند کردیا جائے گا اور جو اس میں
داخل ہوگا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

ف ریان لغت میں سیراب کو کہتے ہیں اس دروازہ کا نام مبالغۃً ریان رکھدیا
گیا کہ جب وہ خود سرشیر و شاداب و سیراب ہے تو جو اسمیں داخل ہوں گے
اُن کی شادابی و سیرابی کا کیا کہنا۔ اور روزہ داروں کے لیئے اس دروازہ کو
مخصوص کردینا ان کی امتیازی شان ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ جتنے لوگ اس سے
داخل ہوں گے سب کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ روزہ رکھنے والے تھے اور اسوقت
اِن لوگوں کو حسرت ہوگی جو روزہ نہ رکھتے تھے کہ اگر ہم بھی روزہ رکھتے تو اس
امتیاز سے کامیاب ہوتے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص اس دروازہ
سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ جنت میں پہونچنے
کے بعد پھر کبھی پانی یا دودھ یا شراب نہ پئیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُنکو
پیاس کی تکلیف کبھی نہوگی اور اس کے بعد جو کچھ پئیں گے صرف لذت کے
لیے پئیں گے۔ پیاس بجھانے کے لیے نہ پئیں گے اور یہ جنت کی خاصیت
ہے کہ وہاں کی غذا وغیرہ کی لذت بھوک پیاس لگنے پر موقوف نہیں بلکہ بدون
بھوک پیاس لگے بھی وہاں کی نعمتوں کی طرف پوری رغبت اور استعمال کے
وقت پوری لذت محسوس ہوگی۔ دنیا میں بدون بھوک پیاس کے کھانے
پینے کی لذت اس لیے محسوس نہیں ہوتی کہ یہاں قوت ہاضمہ کمزور ہے
جنت میں مسلمان کی کوئی قوت کمزور نہوگی بلکہ اعلیٰ درجہ پر ہوگی۔

۱۳

(حدیث نمبر ۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہاد کیا کرو غنیمت حاصل کروگے اور روزہ رکھا کرو تندرست ہوجاؤگے اور (تجارت کے لیے) سفر کیا کرو مالدار ہوجاؤگے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

ف جہاد سے مسلمانوں کو جسقدر ترقی اور عروج ہوا ہے زمانہ کی نظریں اسکو نہیں بھولیں مگر جہاد سے یہ مقصود نہیں ہے کہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا جائے حاشا وکلا کیونکہ جبر سے جو لوگ مسلمان ہوں گے وہ منافق ہوں گے اور منافق کی اسلام میں ذرا بھی قدر نہیں بلکہ قرآن نے تو منافقوں کو کفار سے بھی بدتر کہا ہے پھر کون عاقل اس بات کو تسلیم کرلے گا کہ قرآن نے منافقوں کی جماعت بڑھانے کے لیے جہاد کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ منافقوں کو سب سے بدتر بھی بتلاتا ہے یا خدانخواستہ مسلمانوں نے دیدہ ودانستہ لوگوں پر جبر کرکے برائے نام مسلمان کیا اور منافقوں کی جماعت بڑھائی بلکہ جہاد کا مقصود یہ ہے کہ اسلامی تہذیب اور اسلامی عدل وانصاف تمام عالم میں پھیل جاوے خواہ اس طرح کہ لوگ خوشی سے مسلمان ہوجائیں یا اس طرح کہ لوگ حکومت اسلام کے تابع و مطیع ہوکر اپنے بازاروں اور محکموں میں قانون اسلام کو جاری ہوجانے دیں اور کون نہیں جانتا کہ ہر مہذب اور متمدن قوم اس بات کی خواہشمند ہے کہ وحشی لوگوں کو مہذب ومتمدن بنایا جائے اور ظلم وجور کو دنیا سے مٹا کر عدل و انصاف ومساوات کو رواج دیا جائے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب وتمدن کی نظیر کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اور کوئی قوم مسلمانوں کے سامنے تہذیب وتمدن کے میدان میں نہیں آسکتی۔ آج جتنی قومیں تہذیب وتمدن کی مدعی ہیں وہ اگر بے انصافی سو کام نہ لیں تو ضرور اس امر کا اعتراف کریں گے کہ انہوں نے یہ سبق اسلام ہی سے سیکھا ہے گو پورا سبق نہیں لیا

۱۴

پس اگر اس مقصود کا نام اسلام نے جہاد رکھدیا تو دنیا کے عقلاء اس سے گھبراتے کیوں ہیں اور اسلام کی اس پاکیزہ تعلیم کو کس لئے بدنام کیا جاتا ہے خصوصاً جبکہ اسلام نے جہاد کو مکمل قانون کی صورت میں ایسی قیود و شرائط کے ساتھ مقید و مشروط کردیا ہے جن کی بنا پر نہ ہر وقت جہاد ہوسکتا ہے نہ ہر جگہ ہوسکتا ہے نہ ہر کس و ناکس کے کہنے سے ہوسکتا ہے۔

رہا یہ کہ اگر جہاد سے صرف تہذیب و تمدن اسلامی کا پھیلانا مقصود ہے پھر اس کے کیا معنے کہ جہاد کرو۔ تم کو غنیمت حاصل ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وحشی قومیں اسلامی تمدن و تہذیب کو خوشی سے اپنے اندر رواج نہ دیں گی بلکہ برسر مقابلہ ہوں گی اور اس صورت میں مسلمانوں کو جہاد سے وہی مفاد ہوگا جو فاتح کو مفتوح سے ہوا کرتا ہے اور جو لوگ خوشی سے صلح و آشتی کے ساتھ اسلام کی رعایا بننا گوارا کرلیں گے (گو اپنے قدیم مذہب پر ہی قائم رہیں) ان سے 15
بھی مسلمانوں کو بہت کچھ دنیوی مفاد حاصل ہوگا۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کی چھاؤنی رہے گی اس کا خرچ اسی ملک کے ذمہ ہوگا اسلامی عدالتیں قائم ہوں گی۔ مسلمانوں کو اپنے ملک سے باہر دوسرے ممالک میں حکومت کے عہدے ملیں گے اور دوسرے ملک سے انکو تنخواہیں حاصل ہونگی یہ وہ دنیوی نفع ہے جو جہاد سے مسلمانوں کو حاصل ہوتا ہے اور آخرت کی لازوال دولت اس کے علاوہ ہے جس کے حصول کا بڑا ذریعہ محض جہاد ہی ہے۔

اور روزہ سے تندرستی کا حاصل ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے ہر شخص تجربہ کرکے دیکھ لے کہ جب اس کی طبیعت پر مرض کے آثار ظاہر ہوں دو تین دن روزہ رکھ لیا کرے انشاء اللہ مرض اس سے دور بھاگ جائے گا جو امراض معدہ کی خرابی سے ہوں۔ اور اکثر امراض ایسے ہی ہیں ان کا

بہترین علاج روزہ ہے۔

اس کے بعد حدیث میں سفر کی ترغیب دی گئی ہے کہ سفر کیا کرو مالدار ہو جاؤ گے۔ اس جملہ میں وہ لوگ غور کریں جو شریعت و علمار شریعت کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ افلاس و فقر کا سبق پڑھاتے ہیں اور ترقی دنیوی سے روکتے ہیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کس طرح صیغۂ امر کے ساتھ سفر تجارت کا حکم فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کو استغنار حاصل ہو اور فقر و افلاس زائل ہو اور اس سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے فقر و افلاس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے جہاد اور تجارت میں محنت و مشقت سے کام لینا چھوڑ دیا ہے عیش پرست اور کاہل و سست ہو گئے۔

صاحبو! شریعت یا علمار شریعت ترقی دنیوی سے ہرگز نہیں روکتے وہ تو صرف اس بات سے روکتے ہیں کہ تم مال کی محبت میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو خدا تعالیٰ کو راضی رکھ کر پھر جتنی چاہو ترقی کرو۔ تم کو کون روکنے والا ہے قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰة الدنیا خالصة یوم القیمة ط[۱۶]۔ مال کو ہاتھ میں رکھو دل میں نہ رکھو کہ دل تجلی حق کی منزل ہے وہاں غیر حق کے سوا کچھ نہ ہونا چاہیئے مولانا فرماتے ہیں ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی ست ۔ آب گر در زیر کشتی پشتی ست

مال را گر بہر دین باشی حمول ۔ نعم مال صالح گفتہ رسول ۱۲ مترجم

(۱۰۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے اسکو احمد نے اسناد حسن سے اور بیہقی نے روایت کیا ہے

(۱۰۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعہ بندہ (دوزخ کی) آگ سے بچ جاتا ہے اسکو بھی امام احمد نے اسناد حسن سے اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

[۱۶] آپ فرمادیجئے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے ایجاد کی ہو اور طیبات رزق کو کس نے حرام کر دیا۔ آپ کہدیجئے یہ سب اس طور پر کہ قیامت میں بھی (کدورت سے) پاک رہیں صرف اہل ایمان ہی کے لئے ہیں ۱۲

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا نواں وعظ

مسمیٰ بہ

اِخلاص حصۂ اوّل

منتخب از وعظ ہفتم دعوت عبدیت حصہ اول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ ماثورہ **امابعد** فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَاَمۡوَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی نِیَّاتِکُمۡ وَاَعۡمَالِکُمۡ

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں پر نظر نہیں فرماتے لیکن۔ تمہاری نیتوں اور کاموں پر نظر فرماتے ہیں

اس حدیث کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) اِس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چیز کو بیان فرمادیا جس پر حق تعالے کی نظر اور توجہ ہے گو اُس پر مخلوق کی توجہ اور نظر نہیں اور اس چیز کو بھی بیان فرمادیا جس پر حق تعالیٰ کی نظر اور توجہ نہیں گو اوس پر مخلوق کی نظر اور توجہ ہے۔ پس اِس حدیث میں ایک ایسے مرض کا علاج فرمایا ہے جس میں مخلوق مبتلا ہے۔ اور وہ مرض یہ ہے کہ مخلوق کی نظر ایسی چیز پر ہے جس پر حق تعالیٰ کی بالکل نظر نہیں اور جس چیز پر حق تعالیٰ کی نظر ہے مخلوق نے اُس سے نظر ہٹا رکھی ہے۔ صورت اور مال پر حق تعالیٰ نظر نہیں فرماتے مگر مخلوق

اسکو مقصود بنا رکھا ہے اور نیت و عمل پر حق تعالیٰ کی نظر ہے تو مخلوق نے اُس سے نظر ہٹا رکھی ہے اِس لیئے ضرورت ہوا۔ کہ اس غلطی پر خبردار کیا جائے تاکہ علاج کیا جائے اور اسوقت اِس حدیث کے بیان کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اِس مرض میں عام طور سے لوگ مبتلا ہیں اور حضور نے جو اپنے زمانہ میں یہ مضمون فرمایا حالانکہ وہ سراسر خیریت کا زمانہ تہا تو یہ حضور نے آیندہ کے لحاظ سے فرمایا کیونکہ حضور تو قیامت تک کے لیے سب کے حکیم ہیں جتنے واقعات قیامت تک ہونے والے ہیں حضور کے احکام سب کے متعلق ہیں۔ چنانچہ قیامت تک کوئی مرض۔ کوئی ۔ ۔ ۔ کوئی کام۔ کوئی کلام ایسا نہیں ہوگا جس کے متعلق شریعت میں حکم موجود نہو کیونکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ مجکو پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کا علم دیا گیا اور فرماتے ہیں کہ مجھکو میرے ربنے خوب ادب سکھلایا اور خوب اچھی تعلیم دی اور یہاں سے شریعت کی گنجایش اور وسعت معلوم ہوگئی ہوگی کہ شریعت اسلامی کے سوا کوئی قانون ایسا نہیں جس میں تمام واقعات کا جو قیامت تک ہونے والے ہیں سب کا حکم موجود ہو اور ہر ہر واقعہ کے احکام موجود ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ۲ ہر ہر واقعہ کا حکم جدا جدا بیان فرمایا ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے عام قاعدے بیان فرمادیے جن سے تمام واقعات کے احکام نکل آتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود نے بدن گودنے والی پر جو لعنت فرمائی تو ایک عورت نے دریافت کیا کہ قرآن میں یہ حکم ہے نہیں حضرت عبداللہؓ ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر تو قرآن پڑہتی تو اُس میں یہ حکم پاتی کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کا حکم کریں اُسکو لو اور جس چیز سے منع فرمادیں اُس سے رک جاؤ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن گودنے والی پر لعنت فرمائی پس یہ حکم بھی اللہ کی طرف سے ہوا اور عام قاعدے کے نیچے اِس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے پس آجکل جو اخباروں میں لکھا جاتا ہے کہ ڈاڑہی رکہنے کا حکم قرآن میں نہیں ہے یہ مولویوں کی گھڑت ہے۔ یہاں سے اِس کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ اگرچہ قرآن میں ظاہر طور پر نہیں ہے۔ لیکن حضور نے تو حکم فرمایا ہے۔ اور حضور کا فرمایا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہی فرمایا ہوا ہے پس اِس قاعدے سے ڈاڑہی رکہنے کا حکم بھی قرآن میں بیان ہوگیا اور یہاں سے ایک اور

ضروری بات بھی ثابت ہوئی وہ یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ حضور کا فرمایا ہوا گویا اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے
تو جتنے احکام ہیں سب اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں خواہ حدیث میں ہوں یا فقہ میں اب ہم کو اپنی
حالت میں غور کرنا چاہیئے کہ ہمارا معاملہ حق تعالیٰ کے حکموں کے ساتھ کیسا ہے آیا ان کے حکموں کو
بے حیلہ و حجت مان لیتے ہیں یا ان میں حجتیں نکالتے ہیں سو ظاہر ہے کہ آجکل شریعت کے
حکموں میں مصلحتیں اور حکمتیں پوچھی جاتی ہیں۔ حالانکہ تجربہ سے ایک قاعدہ دیکھا جاتا ہے
کہ حکم کرنے والوں کے ساتھ ہمارا جداگانہ برتاؤ ہے۔ بعض حکم کرنے والوں کے ساتھ تو ہمارا
یہ برتاؤ ہے کہ ان کا حکم سنکر تو اسمیں حجت و حیلہ نکال سکتے ہیں اور بعض مرتبہ صاف انکار
بھی کر دیتے ہیں۔ اور بعض کا حکم سنکر ہم دم بخود اور چپ چاپ رہ جاتے ہیں اور سوائے
مان لینے کے کچھ چارہ نہیں ہوتا۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ اس فرق کی کیا وجہ کہ کسی حکم
کرنے والے کے ساتھ یہ برتاؤ اور کسی کے ساتھ دوسرا برتاؤ تو غور کرنے کے بعد اس فرق کی
وجہ یہ معلوم ہوئی کہ بعض حکم کرنے والوں کی تو دل میں عظمت اور قدر ہے اور بعض کی نہیں۔
جسکی ہمارے دل میں عزت اور قدر ہوتی ہے اوس کے حکم کے سامنے ہم سر جھکا دیتے
ہیں اور چپ چاپ مان لیتے ہیں اور اسمیں کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا اور جس کی دل میں عزت
اور قدر نہیں ہوتی اس کی کچھ پروا نہیں کرتے نہ اس کے حکم کو مانتے ہیں۔ عزت و بڑائی وہ
چیز ہے کہ زبان پر مہر لگا دیتی ہے بلکہ زبان تو کیا دل میں بھی اس کے حکم کے متعلق شبہ تک
نہیں آتا بلکہ اگر دوسرا کچھ وسوسہ اور شبہ کرتا ہے تو اوسکو یوں دفع کر دیتے ہیں کہ یہاں یہہ
ایک بڑے شخص کا حکم ہے ضرور اسمیں کچھ مصلحت ہوگی ورنہ ایسا بڑا شخص اسبات کا حکم ہی
کیوں کرتا گو وہ مصلحت ہماری سمجھ میں نہ آوے مثلاً اگر ایک روپیہ کا اسٹام خرید کر ہم ڈاکخانہ
میں چھوڑ دیں اور اوسپر ڈاک کا ٹکٹ نہ لگادیں تو وہ بیرنگ ہو جائے گا اور دو پیسہ کا لفافہ
بیرنگ نہیں ہوتا حالانکہ ان دونوں کی قیمت میں ساڑھے پندرہ آنے کا فرق ہے سو ظاہر میں
یہ بالکل عقل کے خلاف ہے مگر اس کے بارہ میں کبھی سوال تک نہیں کیا جاتا کہ اسکی وجہ کیا ہے
بلکہ بلا شبہ تسلیم کر لیتے ہیں اور روزمرہ اسپر عملدرآمد ہے کبھی کسی کی زبان پر تو کیا دل میں بھی
شبہ نہیں ہوتا اور سرکاری حکموں میں کبھی کوئی شک اور اعتراض نہیں کرتا اور اگر کوئی

اسٹام کے متعلق شبہ بھی کسی کے سامنے ظاہر کرے تو اول اوس شخص کو پاگل اور احمق سمجھیں
گے کہ کیا سوال کرتا ہے اور پھر جواب بھی دیں گے تو صرف اس قدر کہ قانون اسی طرح ہے
اور اس جواب دینے والے کو اس قانون کی وجہ اور دلیل نہ بتلانے کی وجہ سے
یوں نہ کہیں گے کہ یہ جواب سے عاجز ہے۔ بلکہ ہر شخص سمجھے گا کہ جواب کافی ہو گیا تو اس
تسلیم کی وجہ سوائے عظمت اور قدر کے کیا ہے۔ چونکہ حاکموں کی دلوں میں عزت اور
قدر بیٹھی ہوئی ہے اس نے زبان بلکہ دل پر مہر لگا دی اور سوائے بجا اور درست کے انکا
زبان پر نہیں آسکتا جب یہ قاعدہ ثابت ہو گیا تو اب میں سخت حیرت اور تعجب میں
ہوں کہ خدا کی شان دنیا کا ایک ادنیٰ حاکم جو فنا ہونیوالا اور عاجز ہے اور اپنا ہم جنس ہے
اُس کے سامنے تو ایسے مجبور اور بے زبان بنجاتے ہیں اور جو کہ سب حاکموں کے
حاکم ہیں اور ہر طرح قدرت رکھتے ہیں اگر چاہیں تو ایکدم میں سب کو برباد و ہلاک کر دیں
اُس کے حکم میں حجتیں نکالی جاتی ہیں حکمتیں پوچھی جاتی ہیں۔ افسوس ہزار افسوس کوئی
پوچھتا ہے کہ صاحب طاعون سے بھاگنا کیوں حرام ہے۔ کوئی پوچھتا ہے کہ صاحب
غیر قوموں کے مشابہ لباس اور وضع رکھنا کس لیے منع ہے یہاں تک کہ روزہ نماز
حج زکوٰۃ۔ میراث سب حکموں میں اپنی رائے کو دخل دیتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔

شرع کے حکموں میں جو بیجا سوال کئے جاتے ہیں اس سے کیا ثابت نہیں ہوتا کہ
ان حکموں کی دل میں عزت اور قدر نہیں۔ اور ان سوال کرنے والوں سے زیادہ مجھے
جواب دینے والوں پر حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ عادت اختیار کرلی ہے کہ جو شخص
جس حکم کی حکمت اور مصلحت پوچھتا ہے یہ اسکو کچھ نہ کچھ حکمت اور مصلحت بتلانا ضروری
سمجھتے ہیں اور اگر معلوم نہیں ہوتی تو گھڑ کر کچھ بتلاتے ہیں۔ یہ جواب نہیں دیا جاتا
کہ قانون الٰہی ہے جیسا کہ دنیا کے حاکموں کے حکم کی وجہ دریافت کرنے پر جواب
دیا جاتا ہے کہ سرکاری قانون ہے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی عزت
اور بڑائی کو دنیا کے حاکموں سے بھی کم سمجھ لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کے
سوال کرنے والوں کے دلمیں خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدر نہیں چنانچہ ظاہر ہے

اسی طرح جواب نہ دینے والوں کے دلمیں بھی نہیں ہے کیونکہ اگر ان کے دلمیں عظمت اور بڑائی ہوتی تو
وہی جواب دیتے جو اسٹام کی مثال میں گذرا کہ بس چپ رہو قانون اسیطرح ہے ہم اس کے
سوا کچھ نہیں جانتے اور جب دنیا کے حاکموں کے بہت سے حکموں کی مصلحتیں اور حکمتیں ہمکو
معلوم نہیں اور نہ ان کے معلوم کرنے کی ہوس ہوتی ہے تو پھر اصلی حاکم یعنے حق تعالے
کے حکموں کی مصلحتیں اور حکمتیں معلوم کرنے کی کوشش میں کیوں پڑتے ہیں اور جب ایک
ادنی آدمی اپنے نوکروں کو اپنے خانگی معاملات کی حکمتیں نہیں بتلاتا تو حق تعالیٰ کی تو بڑی
شان ہے وہ اپنی مخلوق کو جو کہ ان کی غلام ہے مصلحتیں اور حکمتیں کیوں بتادیں۔ خلاصہ یہ کہ
جب کوئی تم سے پوچھے کہ فلاں حکم کی کیا وجہ ہے بے تکلف کہدو کہ ہم نہیں جانتے
کیا وجہ ہے بس خدا تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کہ فرشتوں نے عرض کیا تھا کہ آپ پاک ذات
ہیں ہمکو کچھ علم نہیں مگر وہ جو آپ نے ہم کو سکھا دیا بیشک آپ ہی باخبر اور حکمت والے
ہیں یہی طریقہ ہم کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہمارا ناقص علم فرشتوں کے
علم سے تو زیادہ نہیں جب انہوں نے مصلحت اور حکمت کے علم کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا اور ۵
صرف تسلیم کرنے سے کام لیا اور اپنی رائے کو دخل نہیں دیا تو ہم کون ہیں جو خدا تعالےٰ
کے حکموں میں دخل دیں بس یہ جواب کافی ہے دیکھئے حضرات صحابہ کیسے کامل تھے
مگر کافروں کے ساتھ بحث اور مناظرہ میں جو بات معلوم نہ ہوتی صاف فرمادیتے کہ ہم
نہیں جانتے ہم اپنے پیغمبر سے پوچھکر بتادیں گے حاصل یہ کہ حکمتوں کی تلاش کرنا دلیل
اسکی ہے کہ حق تعالیٰ کی عزت اور بڑائی دل میں نہیں اور اگر دل میں حق تعالے کی
بڑائی ہوتی تو حکمتوں کی تلاش تو کیا اس کا وسوسہ تک بھی نہ گذرتا چنانچہ جن کے
دلمیں حق تعالیٰ کی بڑائی ہوتی ہے ان کے دلمیں ہرگز ایسا وسوسہ نہیں آتا جسپر
عمل کرنے کے لیئے تیار ہو جاویں کہ ادھر آیا ادھر نکل گیا اور دل میں جما نہیں البتہ ایسا
وسوسہ آجاتا جو صرف خیال ہی کے درجہ میں ہو یہ عظمت کے خلاف نہیں بلکہ وہ تو
ایمان کامل ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایسے وسوسے
آجاتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ

ہم کو ایسے خیالات آتے ہیں کہ اگر ہم جلکر سیاہ ہو جائیں تب بھی ان کو زبان پر نہ لاویں حضور
نے فرمایا کہ کیا تم ایسے وسوسے اپنے دلوں میں پاتے ہو یہ تو صاف ایمان ہے اور فرمایا
کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے شیطان کے مکر کو وسوسے کی طرف پھیر دیا۔ عمل۔ اور عقیدہ
تک اُسکو دخل نہیں ہوا۔ صوفیوں کو بھی بعض مرتبہ ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اپنے کو
مار ڈالنا اوسوقت آسان معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ جو اُنمیں جاہل ہیں وہ اپنے کو مار بھی ڈالتے
ہیں اور جو واقف کار اور سمجھدار ہیں وہ صبر کرتے ہیں اور وسوسہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ
جب صوفی اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو شیطان کو بڑا رنج ہوتا ہے اور چاہتا
ہے کہ اُسکو نقصان پہونچاوں اول تو وہ نماز روزہ فرضوں اور واجبوں کے
چھوڑانے کی کوشش میں لگتا ہے کیونکہ یہ دین کا نقصان ہے اور جب جانتا ہے
کہ اِس میں مجھکو کامیابی نہوگی اُسوقت جسمانی تکلیفوں اور پریشانیوں کو غنیمت سمجھکر
اُس کے دلمیں بُرے بُرے وسوسے ڈالتا ہے۔ صوفی اِس سے پریشان ہوتا ہے
اور رنج کرتا ہے کہ افسوس میرے تو ایمان ہی میں نقصان ہے کہ مجھکو ایسے وسوسے آتے
ہیں حالانکہ اُن وسوسوں کا آنا اُسکو کچھہ نقصان نہیں دیتا ہاں پریشانی کا سبب
ضرور ہے اور وہ بھی اسوجہ سے کہ صوفی غلطی سے یوں سمجھتا ہے کہ یہ وسوسے میرے
دل سے پیدا ہوتے ہیں تو اسکی بہت بُری حالت ہے حالانکہ یہ غلط ہے
اس کے دل سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ شیطان باہر سے لاکر دلمیں پھونکدیتا ہے
تو دل تو صرف وسوسہ کے گذرنے کی جگہ ہے پیدا ہونے کی جگہ نہیں۔ اِس راز کے
سمجھنے کے بعد خدا نے چاہا تو کچھہ پریشانی نہوگی بلکہ وسوسہ ہی کی جڑ کٹ جائے گی
کیونکہ شیطان وسوسہ پریشان کرنے کے لیئے ڈالتا ہے جب وہ پریشان ہی نہوگا
تو وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا اور ایک علاج اِس کا یہ ہے کہ جب وسوسہ آوے
تو اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ شیطان کا کام ہے اور اعوذ باللہ
کہنے سے شیطان دفع ہوتا ہے۔ بلکہ خدا کا ذکر جو بھی ہو اُس سے شیطان دفع ہوتا ہے
کیونکہ اول تو یہ خاصیت ذکر ہی کی ہے دوسرے یہ بات بھی ہے کہ جب ذکر کی طرف

وسوسے کا بیان اور اس کا علاج

خوب متوجہ ہوگیا تو وسوسہ کی طرف توجہ نہ رہے گی۔ کیونکہ دو طرف پوری توجہ نہیں ہوتی اور فرض کیجیے کہ اگر اسپر بھی وسوسے آویں اور دفع نہوں اور بلا اختیار پریشانی ہو تو بھی نفس پر محنت اور شقت ہے جو ترقی کا سبب ہے تب بھی نفع ہی ہوا اس سے رنج نہ کرے اور جو شخص اس فکر میں لگا رہے کہ وسوسے دفع ہوں اور عبادت اور ذکر میں مزہ آوے جیسا کہ آجکل اکثر صوفیوں کا حال ہے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شخص اپنے مزے کے لیے ذکر کرتا ہے خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے لیے نہیں کرتا اور ایک علاج وسوسہ کا خدا کا ذکر ہے اور اسمیں کسی خاص ذکر کی قید نہیں ہر ذکر کی یہی خاصیت ہے جیسا اوپر بھی بیان ہوا سو جب وسوسے آئیں خدا کا ذکر شروع کرے حدیث میں ہے کہ جب مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور جب خدا سے غافل ہوتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے اور وسوسہ آنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کا امتحان ہے کہ اسکی عبادت صرف نفس کے مزے کے لیے تھی یا کہ اس بے لطفی میں بھی عبادت کرتا ہے اور یہ کہ وسوسہ کیوقت کس طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہماری طرف وسوسہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ جب شیطان ڈالتا ہے تو اس سے بحث کرنے میں لگ جاتے ہیں تو ایسا شخص خدا کا پہچاننے والا نہیں ورنہ اسطرف ہرگز متوجہ نہوتا جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت نقل فرمائی ہے

کہ ایک صوفی کسی سے لڑ جھگڑ رہے تھے اِس طرف سے حضرت بہلول کا گذر ہوا آپ نے صوفی کو لڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اگر یہ ربانی دعوت کرنے والا اپنے دوست کو پہچان لیتا تو دشمن کی لڑائی میں مشغول نہوتا

پس اُن وسوسوں میں مشغول نہو اور نہ اُن سے پریشان ہو اور کام میں لگا رہے آجکل یہ بھی صوفیوں کو خبط ہوگیا ہے کہ مزے کو طلب کرتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ذکر میں کوئی وسوسہ نہ آوے اور مزہ آوے سچے طلبگار کی ہرگز یہ شان نہیں سچا وہی ہے کہ مزہ آوے یا نہ آوے تکلیف ہو یا آرام ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا طلبگار ہو اور مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر کیفیتیں جاتی رہیں تو کہدو جاؤ کچھ حرج نہیں

اے پاک ذات تو رہ کہ تیرے مثل کوئی پاک نہیں ہے۔ یعنی تیری رضامندی مقصود ہے
وہ ہاتھ سے نہ جانی چاہیئے۔ پس اصل مقصود کیفیت اور مزے کو نہ بنانا چاہیئے خدا تعالے
کی خوشنودی کو اصل مقصود بنا دے عاشق کی تو یہ شان ہونی چاہیئے کہ اگر محبوب نذر
کرے تو ان کی مہربانی سمجھے اور اگر مار ڈالے تو فدا ہو جائے۔ غرض یہ کہ محبوب جو کچھ
بھی کرے عاشق اوسکی رضا پر راضی ہو جس حالت پر اللہ تعالیٰ صوفی کو رکھیں اوس پر
راضی رہیں کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہیں اور بعضوں کی
اصلاح کا یہی طریقہ ہے کہ اُن کو ہمیشہ پریشانی اور رنج میں مبتلا رکھیں پس مُسلکو تو
ہر حال میں محبوب کی خوشی کے موافق رہنا چاہیئے دیکھیئے کہ اگر کوئی محبوب عاشق
سے کہے کہ اگر تم ہماری خوشی چاہتے ہو تو باہر دروازہ پر بیٹھے رہا کرو اور ہمکو مت
دیکھا کرو۔ جناب اگر سچا عاشق ہے تو دل و جان سے حکم بجا لاوے گا۔ حاصل یہ ہے
کہ ایسے وسوسوں سے پریشان نہ ہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے خلاف نہیں ہے بلکہ
یہ شخص خدا تعالے کے خاص لوگوں میں سے ہے اور واقع میں یہ وسوسے بھی دل کے
اندر نہیں ہوتے گو ظاہر میں ایسا ہی وہم ہوتا ہے مگر حقیقت میں دل کے باہر ہوتے
ہیں جیسا کہ آئینہ کے باہر مکھی بیٹھ جائے تو دیکھنے والے کو تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ مکھی آئینہ
کے اندر بیٹھی ہے حالانکہ وہ باہر ہے اسیطرح وسوسے دل کے باہر ہیں دل کے اندر
جہاں خدا کی یاد ہو اُنکی گنجائش نہیں ہے ایسے مسلمانوں کا دل خدا تعالے کی حفاظت میں
ہے وہاں وسوسوں کا گذر نہیں اور وہ جو دل کے اندر اُسکو معلوم ہوتا ہے وہ وسوسوں کا
عکس ہے جیسا کہ آئینہ کے اندر مکھی کا عکس ہوتا ہے ایک بزرگ اس کے علاج میں
فرماتے ہیں کہ جب وسوسے آویں تو خوب خوش ہونا چاہیئے کیونکہ یہ علامت ہے
ایمان کی جیسا کہ حدیث میں ہے ذاک صریح الایمان۔ یہ تو صاف ایمان ہے۔ چور گھر میں
جب آتا ہے جب کہ گھر میں مال بھی ہو اسوجہ سے وسوسے نیکوں کو ہی آتے ہیں
اور جو گناہوں میں مبتلا ہیں اونکو کبھی وسوسہ نہیں آتا اور مصلحت اس خوش ہونے
میں یہ ہے کہ اس سے وسوسہ آنا بند ہو جائے گا۔

(باقی آئندہ)

روح پانزدہم

{علاوہ زکوٰۃ کے اور نیک کاموں میں خرچ کرنا اور ہمدردی کرنا} یعنی زکوٰۃ دیکر بے فکر اور بے رحم نہ ہو جائے کہ اب میرے ذمہ کسی کی کوئی ہمدردی لازم نہیں رہی زکوٰۃ تو ایک بندھا ہوا حق ہے باقی بہت سے متفرق کام ایسے بھی ہیں کہ موقع پر ان میں مال خرچ کرنا اور جس کے پاس مال نہ ہو یا اس میں مال کا کام نہ ہو تو جان سے مدد کرنا بھی ضروری ہے باقی ضرورت کا درجہ اسکی تحقیق علماء سے ہو سکتی ہے اسکی اجمالی دلیل ایک آیت اور حدیث سے لکھکر پھر کچھ تفصیل لکھی جاویگی **اجمالی دلیل** (۱) حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ حقوق ہیں پھر (اسکی تائید میں) آپ نے یہ آیت پڑھی لیس البران تولوا الایہ (تائید اس طرح ہوئی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا اور خاص خاص موقع پر مال دینے کا بھی ذکر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ یہ موقعے مال دینے کے زکوٰۃ کے علاوہ ہیں) (ترمذی ابن ماجہ دارمی) **ف** یہ دعویٰ آیت اور حدیث دونوں سے ثابت ہو گیا حاشیہ میں طیبی و مرقاۃ سے اسکی تفصیل کی کچھ مثالیں لکھی ہیں یعنی یہ کہ سائل کو اور قرض مانگنے والے کو محروم نہ کرے۔ برتنے کی چیز مانگی دینے سے انکار نہ کرے پانی نمک آگ وغیرہ خفیف چیزیں دینے سے بند نہ کرے آگے آیتوں اور حدیثوں سے زیادہ تفصیل معلوم ہوگی **تفصیلی دلیلیں (آیات)** (۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں (سیقول قریب نصف) (۳) کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا (یعنی اخلاص کی ساتھ) الخ (سیقول قریب ختم) (۴) تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکوگے۔ یہانتک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کروگے اور جو کچھ بھی خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اسکو خوب جانتے ہیں (لن تنالوا شروع) (۵) وہ (جنت) تیار کیگئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں (لن تنالوا بعد ربع) (۶) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اسبات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ انکو جنت ملیگی (یعتذرون ربع اول) (۷) اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان (اللہ کی راہ میں) انکو طے کرنے پڑے یہ سب ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے (یعتذرون ربع اول) (۸) اور قرابت دار کو اسکا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی (سبحن الذی ربع اول) (۹) اور جو چیز تم خرچ کروگے سو وہ اس کا عوض دیگا (ومن یقنت بعد نصف) (۱۰) اور وہ لوگ خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (تبارک الذی سورہ دہر) **ف** اور بھی بہت آیتیں ہیں جنمیں زکوٰۃ کی قید نہیں دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنے کا مضمون مذکور ہے آگے احادیث ہیں (۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بیٹے آدم کے تو (نیک کام میں)
خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا (بخاری ومسلم) (۱۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ حرص (حب مال) سے بچو اس حرص نے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا (مسلم)
(۱۳) حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی حیات میں ایک
درہم خیرات کرنا مرنے کے وقت سو درہم کے خیرات کرنے سے بہتر ہے (ابوداؤد) (۱۴) حضرت علیؓ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات کرنے میں (حتی الامکان) جلدی کیا
کرو کیونکہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھنے پاتی (بلکہ رک جاتی ہے) (رزین) ف ثواب کے علاوہ یہ دنیا
کا بھی فائدہ ہے (۱۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص ایک کھجور کی برابر پاک کمائی سے خیرات کرے گا اور اللہ تعالیٰ پاک ہی چیز کو قبول فرماتا
ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے (داہنے کا مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے) پھر اسکو بڑھاتا
ہے جیسا تم میں کوئی اپنے بچھیرے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی برابر ہو جاتا ہے (بخاری ومسلم) (۱۶)
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات دینا مال کو کم نہیں ہونے
دیتا (خواہ آمدنی بڑھ جاوے یا برکت بڑھ جائے خواہ ثواب بڑھتا رہے) (مسلم) (۱۷) حضرت ابوذرؓ ۶۲
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قسم کی بھلائی کو حقیر نہ سمجھنا گو اتنی ہی کہ اپنے
بھائی (مسلمان) سے خندہ پیشانی سے مل لو (مسلم) (۱۸) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان کے ذمہ کچھ نہ کچھ صدقہ کرنا ضروری ہے لوگوں نے
عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس (مال) موجود نہ ہو آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے کچھ محنت کرے (اور
مال حاصل کرکے) اپنے بھی کام میں لاوے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر (معذوری
کی وجہ سے) یہ بھی نہ کر سکے یا (اتفاق سے) ایسا نہ کرے آپ نے فرمایا تو کسی پریشان حاجتمند
کی مدد کر دے (یہ بھی صدقہ ہے) لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے آپ نے فرمایا کسی کو کوئی نیک بات
بتلا دے لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے آپ نے فرمایا کسی کو شر نہ پہونچاوے یہ بھی اسکے لئے صدقہ ہے (بخاری
ومسلم) ف ان سب کو صدقہ اس وجہ سے فرمایا جیسا صدقہ سے خلق کو نفع پہونچتا ہے ان کاموں سے بھی
نفع پہونچتا ہے ورنہ صدقہ کے اصلی معنی تو اللہ کی راہ میں کچھ مال دینے کے ہیں اور نقصان نہ پہونچانے کو
نفع پہونچانے میں داخل فرمانا کتنی بڑی رحمت ہے (۱۹ و ۲۰) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر جوڑ پر ہر روز ایک صدقہ (لازم) ہے دو شخصوں کے درمیان انصاف

سے قاسں ۱۲

کر دے یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کو جانور پر سوار کرنے میں یا اُس کا اسباب لادنے میں مدد کر دے یہ بھی صدقہ ہے کوئی اچھی بات (جس سے کسی کا بھلا ہو جاوے) یہ بھی صدقہ ہے جو قدم نماز کی طرف اُٹھاوے وہ بھی صدقہ ہے۔ کوئی تکلیف کی چیز راستہ سے ہٹا دے یہ بھی صدقہ ہے (بخاری و مسلم) **ف** مسلم کی ایک دوسری حدیث میں اسکی شرح آتی ہے کہ (گنتی کے قابل) انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں جس شخص نے روزمرہ اتنی نیکیاں کر لیں اوس نے اپنے کو دوزخ سے بچا لیا (۲۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا صدقہ یہ ہے کہ کوئی اونٹنی دودھ والی کسیکو مانگی دیدیجاوے اور (اسی طرح) بکری دودھ والی کسی کو مانگی دیدیجاوے (اس طرح کہ وہ اس کا دودھ پیتا رہے جب دودھ تر ہے لوٹا دے) جو ایک برتن صبحکو بھر دے ایک برتن شام کو بھر دے (بخاری و مسلم) (۲۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگا دے یا کوئی کھیتی بو دے پھر اُس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا چرندہ جانور کھا لے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابرؓ سے ہے کہ جو اس میں سے چوری ہو جاوے وہ بھی اسکے لئے صدقہ ہے **ف** حالانکہ مالک نے چور کو نفع پہونچانیکا ارادہ نہیں کیا پھر بھی صدقہ کا ثواب ملتا یہ کتنی بڑی رحمت ہے (۲۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بدچلن عورت کی اسپر بخشش ہو گئی کہ اسکا ایک کتے پر گذر ہوا جو ایک کنوئیں کے کنارہ زبان لٹکائے ہوئے تھا۔ پیاس سے ہلاک ہونے کو تھا اُس عورت نے اپنا چمڑہ کا موزہ نکالا اور اُسکو اپنی اوڑھنی میں باندھا اور اُس کے لئے پانی نکالا (اور اُسکو پلایا) اس سے اسکی بخشش ہو گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں (کی خدمت کرنے) میں بھی ثواب ملتا ہے آپ نے فرمایا جتنے تر کلیجہ والے ہیں (یعنی جاندار ہیں) اُن سب میں ثواب ہے (بخاری و مسلم) **ف** مگر جو موذی جانور ہیں جیسے سانپ بچھو اُن کا حکم بخاری و مسلم کی دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ انکو قتل کر دو (باب المحرم یجتنب الصید) (۲۴) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلایا کرو اور سلام کو عام کرو (یعنی ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اوس سے جان پہچان ہو یا نہو) تم جنت میں سلامتی کیساتھ داخل ہو جاوگے (ترمذی ابن ماجہ) (۲۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اپنے بھائی (مسلمان) کا سامنا (یعنی ملاقات) ہو تو مسکرا دے جس سے وہ سمجھے کہ مجھ سے ملکر اسکو خوشی ہوئی ہے) یہ بھی صدقہ ہے اور کسیکو اچھی بات کا حکم کر دینا اور بری بات سے منع کر دینا یہ بھی صدقہ ہے اور راستہ بھولجانے کے مقام میں کسیکو راستہ بتلا دینا یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور کسی کی بینائی میں خرابی ہو

۶۳

اسکی مدد کردینا یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور کوئی پتھر کانٹا ہڈی رستہ سے ہٹا دینا یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے
اپنے بھائی کے ڈول میں (پانی) انڈیل دینا یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے (ترمذی) (حدیث ۲۶) حضرت سعد بن عبادہ رضی سے روایت ہے
کہ انہوں نے عرض کیا کہ ام سعد (یعنی میری والدہ) مر گئیں سو کونسا صدقہ زیادہ فضیلت کا ہے (جس کا ثواب انکو بخشوں) آپ نے فرمایا
پانی انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور یہ کہدیا کہ یہ (یعنی اسکا ثواب) ام سعد کیلئے ہے (ابوداؤد و نسائی) (حدیث ۲۷) حضرت ابو سعید رضی سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کو (اسکے ننگے ہونے (یعنی کپڑا نہ ہونے) کی حالت
میں کپڑا دے اللہ تعالیٰ اسکو جنت کے سبز کپڑے دیگا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو (اسکی) بھوکے ہونے (یعنی کھانا نہ ہونے) کی
حالت میں کھانا دے اللہ تعالیٰ اسکو جنت کے پھل دیگا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کے وقت پانی پلاوے اسکو
(جنت کی) مہر لگی ہوئی (یعنی نفیس) شراب پلادیگا (ابوداؤد و ترمذی) (حدیث ۲۸) حضرت انس بن مالک رضی سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات چیزیں ہیں جنکا ثواب بندہ کو مرنیکے بعد بھی جاری رہتا ہے اور یہ قبر میں ہوتا ہے
جس نے علم (دین) سکھلایا یا کوئی نہر کھودی یا کوئی کنواں کھودا یا کوئی درخت لگایا یا کوئی مسجد بنائی یا کوئی قرآن
چھوڑ گیا یا کوئی اولاد چھوڑی جو اسکے مرنیکے بعد بخشش کی دعا کرے (ترغیب از بزار و ابو نعیم) اور ابن ماجہ نے بجائے درخت
لگانے اور کنواں کھودنے کے صدقہ کا اور مسافرخانہ کا ذکر کیا ہے (ترغیب) اس حدیث سے دینی مدرسہ کی اور رفاہ عام کے کاموں کی بھی
فضیلت ثابت ہوئی (حدیث ۲۹) حضرت سعد رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ (مال) تقسیم فرمایا میں نے عرض کیا ۶۴
یا رسول اللہ فلانے کو بھی دیدیجئے (حدیث کے اخیر میں ہے کہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (بعض اوقات) کسی شخص کو دیتا
ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھکو اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے (مگر) اس اندیشہ سے (دیتا ہوں) کہ اسکو اگر نہ ملے تو وہ اسلام پر قائم
نہ رہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں اوندھے منہ ڈالدے (کیونکہ بعضے نومسلم اول میں مضبوط نہیں ہوتے اور تکلیف
کی سہار نہیں کرسکتے انکے اسلام سے پھر جانے کا شبہ رہتا ہے تو ان کو آرام دینا ضروری ہے) (عین مسلم) ف اس
حدیث سے نومسلموں کی امداد کرنیکی اور انکو آرام پہونچانے کی فضیلت ثابت ہوئی (حدیث ۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے مجھکو سچا دین دیکر بھیجا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس
شخص کو عذاب نہ دیگا جس نے یتیم پر رحم کیا اور اس سے نرمی کیساتھ بات کی اور اسکی یتیمی اور بیچارگی پر ترس کھایا
(ترغیب از طبرانی) ف اس حدیث سے یتیم خانوں کی امداد کی بھی فضیلت ثابت ہوئی۔ خلاصتہً دس آیتیں اور تیس
حدیثیں ہیں جو مشکوۃ سے لیگئی ہیں بجز دو تین کے انمیں دوسری کتاب کا نام لکھدیا ہے ان سے بہت سے موقع مخلوق کو نفع پہونچانیکے
معلوم ہوئے اور ایسے ہی اور بہت کام ہیں جو سب کے سب ایک آیت اور ایک حدیث میں جمع ہیں آیت ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور
تقوی (کے کاموں) میں (مائدہ) حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب آدمیوں سے زیادہ
پیارا وہ ہے جو آدمیوں کو زیادہ نفع پہونچاوے (ترغیب عن الاصبہانی) اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ اشرف علی

گفت میدانم سبب این نیش را | می‌شناسم من گناہ خویش را

یعنی اونہوں نے فرمایا کہ میں اس زخم کے سبب کو جانتا ہوں اور میں اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں

من شکستم حرمت ایمان او | پس یمینم برد دادستان او

یعنی میں نے اوس کے عہدونکی حرمت توڑی تو اوسکی عدالت میرا داہنا ہاتھ لے گئی

من شکستم عہد و دانستم بدست | تا رسید آن شومی جرأت بدست

یعنی میں نے عہدشکنی کی اور میں جانتا تھا کہ برا ہے یہاں تک کہ اوسکی نحوست ہاتھ پر پہونچی
یعنی میں سب جانتا ہوں کہ یہ کیوں ہوا اور اگر معلوم نہ بھی ہو تب بھی تو یہ بات ہے کہ

۱۷۳

دست ما و پای ما و مغز و پوست | باد اے والی فدائے حکم دوست

یعنی ہمارا ہاتھ اور پاؤں اور مغز اور پوست اے حاکم اوس دوست کے حکم پر فدا ہے۔

قسم من بود این ترا کردم حلال | تو ندانستی ترا نبود وبال

یعنی یہ میری قسمت میں تھا میں نے تجھے معاف کیا اور تو تو جانتا ہی نہ تھا
تو تجھپر کوئی وبال نہ ہوگا۔

وانکہ او دانست او فرمانرواست | با خدا سامان پیچیدن کراست

یعنی اور وہ کہ جانتا ہے کہ وہ حاکم ہے بھلا خدا کے ساتھ اینچ پینچ کرنے کا سامان کسکے
پاس ہے مطلب یہ کہ جب حکم خدا ہے اور پھر میری خطا ہے تو مجھے اسپر راضی
رہنا چاہیئے اور تمہاری کوئی خطا نہیں ہے سب معاف کیا اہل اللہ کو جب کوئی
مصیبت پیش آتی ہے تو اگر اوس سے مقصود تنبیہ ہوتا ہے تو حق تعالے اونکو

ادس سے فوراً متنبہ کر دیتا ہے اسی طرح انکو بھی فوراً تنبیہ ہو گئی لہذا اوس کو توال سے کسی قسم کی کدورت اون کے دلمیں پیدا نہیں ہوئی اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرغ ز معدہ و ز مغص　　　بر کنار بام محبوس قفص

یعنی بہت سے جانور ہیں کہ معدہ اور پیٹ کی جلن کیوجہ سے بام پر ہوتے ہیں اور محبوس قفس ہوتے ہیں۔ خلاصہ اس کا اور چند اشعار بالا کا یہ ہے کہ اکثر حرص و شہوت کی چیزیں انسان کو خراب کرتی ہیں اور اس سے بہت مصیبت میں پہنستے ہیں تو دیکھو ایک جانور اچھا خاصہ کوٹھے پر بیٹھا ہوتا ہے مگر جال میں آکر پہنستا ہے یہ صرف اس شکم پیچ پیچ کی بدولت ہے

۱۷۴

اے بسا مرغ ز معدہ و ز مغص	بر کنار بام محبوس قفص
اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
اے بسا ماہی در آب دور دست	گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
اے بسا مستور در پردہ بُد	شومی فرج و گلو رسوا شدہ
اے بسا قاضی حبر نیکخو	از گلوے رشوتے او زرد رو

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق — وقت باز آمد شدہ او یار فسق

بلکہ در ہاروت و ماروت این شراب — از عروج چرخ شان شد سد باب

بایزید از بہر این کرد احتراز — دید در خود کاہلی اندر نماز

از سبب اندیشہ کرد آن ذو لباب — دید علت خوردن بسیار آب

گفت تا سالے نخواہم خورد آب — آنچنان کرد و خدایش داد تاب

این کمینہ جہد او بہر دین — گشت او سلطان و قطب العارفین

۱۷۵

یاد رکھو کہ یہ جو کچھ مصیبت اوس فقیر پر پڑی وہ سب پیٹ کی بدولت تہی اب تم سمجھ لو کہ پیٹ کیسی بری بلا ہے اور اوسکی کس قدر حفاظت کی ضرورت ہے دیکھو بہت سے جانور معدہ اور انتوں کے پیچ کی بدولت پنجرہ میں بند ہو کر کوٹھے پر رکہے ہوئے ہیں۔ اور بہت جانوروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ دانہ تلاش کرتے ہیں اور اون کا حلق اون کا گلا کٹوا دیتا ہے بہت سی مچھلیاں جو بہت گہرے پانی میں محفوظ ہوتی ہیں حلق ہی کی حرص کے سبب کانٹے میں پھنس جاتی ہیں بہت سی پردہ نشین عورتیں شرم گاہ اور حلق کی بدولت بدنام ہو جاتی ہیں بہت سے قاضی جو عالم متبحر اور نیک خصلت ہوتے ہیں رشوت خوار حلق کی بدولت شرمندگی اوٹھاتے ہیں بہت سے حاجی جو بڑے شوق سے حج کرتے ہیں لوٹ کر حلق ہی کی بدولت فاسق ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت و ماروت کے معاملہ میں یہہ شراب ہی جس کا تعلق حلق سے ہے اون کے لیے آسمان پر جانے سے مانع ہوئی تہی (کما ہو المشہور) جب اسکی یہ مضرتیں ہیں تو ضرور وہ حفاظت کا مستحق ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے اس سے

احتراز کیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نماز میں آج مجھے کاہلی ہوتی ہے اونہوں نے اس کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ پانی زیادہ پی لیا تھا یہ معلوم کر کے اونہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک سال تک پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ اونہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور خدا نے ادن کو ادا کرنے کی طاقت دی یہ تو دین کے لیے ان کی ایک ادنی کوشش تھی یہ ہی وجہ ہے کہ وہ سلطان العارفین اور قطب العارفین بن گئے۔

شرح شبیری

۱۷۶

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو | کہ بریدہ حلق او ہم حلق او

یعنی بہت سے جانور ہیں جو کہ دانہ کے متلاشی ہوتے ہیں کہ ادن کا حلق خود ادن کے حلق کو کٹوا دیتا ہے یعنی حلق سے کھانے گئے تھے اور جال میں پھنس کر خود اپنا حلق کٹوا دیتے ہیں۔

اے بسا ماہی در آب دور دست | گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست

یعنی بہت سی مچھلیاں بڑے عمیق پانی میں ہوتی ہیں کہ حرص گلو کی وجہ سے وہ خود شست میں ہو جاتی ہیں۔

اے بسا مستور در پردہ بدہ | شومی فرج و گلو رسوا شدہ

یعنی بہت سی مستورات ہیں جو کہ پردہ میں ہوتی ہیں اور فرج و گلو کی نحوست کی وجہ سے رسوا ہوتی ہیں۔

اے بسا قاضی حبر نیکخو از گلوے رشوتے او زرد رو

یعنی بہت سے قاضی عالم نیکخو اور رشوت (کہانے والے) گلو کی وجہ سے زرد رو ہوتے ہیں۔

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق وقت باز آمد شدہ او یار فسق

یعنی بہت سے حاجی ہیں جو کہ بڑی محبت و آرزو سے حج کو گئے ہوتے ہیں اور واپسی کے وقت فسق کے یار ہو جاتے ہیں۔

بلکہ در ہاروت و ماروت این شراب از عروج چرخ شان شد سد باب

یعنی بلکہ ہاروت و ماروت میں یہ شراب عروج چرخ سے اون کے لئے مانع ہو گئی مولانا اس قصہ کو ہمیشہ اور ہر جگہ بنا بر علی المشہور لکھتے ہیں جب اونہوں نے شراب پی جیسا کہ مشہور ہے تو دیکھو اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے۔ اور اس حرص و شہوت میں مبتلا ہو کر عروج آسمانی سے رہ گئے۔

۱۷۷

بایزید از بہر این کرد احتراز دید در خود کاہلی اندر نماز

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے احتراز کیا ہے کہ اونہوں نے اپنے اندر نماز میں کاہلی دیکھی۔

از سبب اندیشہ کرد آن ذو لباب دید علت خوردن بسیار آب

یعنی اون ذی عقل نے سبب اس کا سوچا تو اس کا سبب پانی زیادہ پینا دیکھا۔

گفت تا سالے نخواہم خورد آب آنچنان کرد و خدایش داد تاب

یعنی اونہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک میں پانی نہ پیونگا تو اونہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے اون کو

تحمل عطا فرمایا۔

این کمینہ جہد او بد بہر دین ۔ گشت او سلطان و قطب العارفین

یعنی دین کے لیے اونکا یہہ اونے مجاہدہ تھا (ورنہ) وہ تو سلطان العارفین اور قطب العارفین ہوئے ہیں (تو اونہوں نے اس سے کہیں زیادہ مجاہدات کئے ہیں) آگے پھر اوس زاہد کوہی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

۱۷۸

چوں بریدہ شد برائے حلق دست ۔ مرد زاہد را در شکوے بہ بست

اینچنین باشد چو یکدر بستہ شد ۔ صد در دیگر بروشکستہ شد

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق ۔ کرد معروفش بدین آفات حلق

در عریش او ریکے زایر بیافت ۔ کو بہر دو دست خود زنبیل بافت

گفت او را اے عدوے جان خویش ۔ در عریشم آمدی سر کردہ پیش

ہین چرا کردی شتاب اندر سباق ۔ گفت از افراط مہر و اشتیاق

پس تبسم کرد و گفت اکنون بیا | لیک مخفی دار این را اے کیا

تا نمیرم من مگو این با کسے | نے قرینے نے حبیبے نے خسے

بعد ازان قوم دگر از روزنش | مطلع گشتند بر بافیدنش

گفت حکمت را تو دانی کردگار | من کنم پنہان تو کردی آشکار

آمد الہامش که یکچندے بُدند | که درین غم بر تو منکر مے شدند

که مگر سالوس بود او در طریق | که خدا رسواش کرد اندر فریق

من نخواہم کان رمه کافر شوند | وز ضلالت در گمان بد روند

این کرامت را بکردیم آشکار | که دہمیت دست اندر وقت کار

تا که این بیچارگان بدگمان | رد نگردند از جناب آسمان

من ترا بے این کرامتہا ز پیش | خود تسلی داده ام از ذات خویش

این کرامت بہر ایشان دادمست | وین چراغ از بہر این بنہادمست

۱۷۹

تو ازان ہم بگذشتہ گز مرگ تن	ترسی از تفریق اجزائے بدن
وہم تفریق از سر و پائے تو رفت	دفع وہم اسپر زید نیک رفت

یہاں سے پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حلق کی خاطر اون کا ہاتھ کاٹا گیا تو اونہوں نے کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے اور عقلا ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ بعض اغراض کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ تہا اور حق سبحانہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایک دروازے اور ذریعہ کو مسدود کرتا ہے تو اور بہت سے دروازے پہوڑ دیتا ہے اور دیگر ذرائع پیدا کردیتا ہے چنانچہ اوس نے اون کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے اوس روز سے اون کا نام شیخ اقطع ہوگیا۔ اور اس بیہودہ نام کے ساتھ اون کو حلق کی خرابیوں نے مشہور کیا۔ چنانچہ تم کو معلوم ہی ہوچکا ہے اتفاقا کوئی شخص اون کی زیارت کو آیا اوسنے جہونپڑی کے اندر داخل ہوکر دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بُن رہے تھے۔ اسپر اونہوں نے اوسکو ڈانٹا اور کہا کہ او اپنی جان کے دشمن تو یوں ہی مُنہ اُٹھائے ہوئے میرے جہونپڑے کے اندر چلا آیا۔ اطلاع بھی نہ کی۔ بتا تو نے گھسنے میں اتنی عجلت کیوں کی اوسنے عرض کیا فرطِ محبت و اشتیاق نے مجھے اتنی مہلت نہ دی اس جواب سے اون کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور ہنسکر فرمایا کہ اچھا آجاؤ لیکن اس راز کو مخفی رکھنا اور جب تک میں مر نہ جاؤں اس وقت تک کسی سے نہ کہنا خواہ کوئی ہم نشین ہو یا محبوب یا کوئی معمولی آدمی۔ یہ واقعہ تو ختم ہوا اس کے بعد کچھ اور لوگ سوراخ کے ذریعہ سے اون کے دونوں ہاتھوں سے بُننے پر مطلع ہوگئے۔ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو اسکو چھپانا چاہتا ہوں اور آپ نے ظاہر کردیا اسکی مصلحت کو آپ جانتے ہیں اسپر اونکو الہام ہوا کہ مصلحت

۱۸۰

(باقی آئندہ)

من عشق فعف
فکتم فصبر فمات
فهو شهيد

قوله دین عجائز را
گزید اشارة الى
الرواية المشهورة
عليكم بدين
العجائز نفى
لفظه فى المقاصد
الحسنة واثبت
معناه مما
عند الديلمى
من حديث محمد
ابن عبد الرحمن
ابن البيلمانى
عن ابيه عن
ابن عمر مرفوعا
اذا كان آخر
الزمان واختلف
الاهواء فعليكم
بدين اهل

اور (عشق کو) پوشیدہ رکھے (تاکہ معشوق
بدنام نہ ہو) اور (فراق پر) صبر کرے پھر
مرجاوے وہ شہید ہوتا ہے

قول صاحب مثنوی دین عجائز را گزید
اشارہ ہے روایت مشہورہ کی طرف
کہ تم بوڑھیوں کے دین کو لازم پکڑو۔
مقاصد حسنہ میں ان الفاظ کی تو نفی کی ہے
مگر اس مضمون کو اس حدیث سے
ثابت مانا ہے جو دیلمی کے نزدیک
محمد بن عبد الرحمن بن البیلمانی کی روایت
سے ہے وہ اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں وہ ابن عمرؓ سے
مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب
آخری زمانہ ہوگا اور اہواء مختلف پیدا
ہوجاویں تو اوس وقت دیہاتیوں
اور عورتوں کا دین اختیار کیجو۔
(یعنی دین میں سادگی اختیار
کرنا بہت تدقیق سے کام
مت لینا کہ اس سے
شبہات پیدا ہوتے
ہیں) ور

البادیة
والنساء وابن
البیلسانی
ضعیف جدا
وعند رزین
لعمر بن الخطابؓ
تُرکتم علی
الواضحة لیلها
کنهارها کونوا
علی دین
الاعراب
والغلمان و
الکتاب ۱۲ ملخصاً

ابن البیلمانی بہت ضعیف ہے اور رزین کے نزدیک حضرت عمر کی روایت ہے کہ تم لوگ بہت صاف طریقہ پر چھوڑے گئے ہو کہ اسکی رات بھی مثل اوس کے دن کے ہے (یعنی اسکا کوئی جزو تاریک نہیں) تم لوگ دیہاتیوں کے اور لڑکوں اور معلموں کے دین پر رہنا کہ یہ لوگ چون و چرا نہیں کرتے چنانچہ دیہاتیوں کا حال تو ظاہر ہے اور لڑکوں سے مراد کم عمر لڑکے جو عادۃً کم علم ہوتے ہیں اور معلموں سے مراد ایسے لڑکوں کے معلم جنکو میانجی کہتے ہیں ان سب کی عدم تدقیق میں ایک ہی شان ہے) تخریج روایات دفتر سادس مثنوی وکلید ختم ہوئی۔

50

ضمیمۃ فی تحقیق بعض الروایات المتفرقۃ المذکورۃ فی رسائل القوم

حدیث لولاک
لما خلقت
الافلاک
قالت لم یوجد
بھذا اللفظ ومعناہ

حدیث لولاک لما خلقت الافلاک
میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں ملی مگر اس کا مضمون اوس حدیث سے ثابت ہے جس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں

ثابت بما روی الدیلمی
فی مسند الفردوس
عن ابن عباس رضی
یقول اللہ وعزتی
وجلالی لولاک
لما خلقت الدنیا
ولولاک لما خلقت
الجنۃ واوردہ فی
المواہب معزیا الی
ابن طغربک بلفظ
لولاہ ما خلقتک
خطابا لآدم علیہ
السلام ولا خلقت
سماء ولا ارضا کذا
قال العلامۃ محمد مراد
المکی معرب المکتوبات
المجددیۃ فی حاشیۃ
الحصۃ الثانیۃ
من الدفتر الاول
حدیث من کثّر
سواد قوم فھو منھم

حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی (اے محمد) اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اس حدیث کو مواہب میں ابن طغربک کی طرف منسوب کرکے اس لفظ سے وارد کیا ہے کہ اگر وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمکو بھی پیدا نہ کرتا یہ آدم علیہ السلام سے خطاب کیا گیا۔ اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔ اسیطرح کہا ہے علامہ محمد مراد مکی نے مکتوبات مجددیہ کی عربی میں دفتر اول کے حصہ ثانیہ کے حاشیہ میں اور اس سے زیادہ میرے رسالہ طرائف وظرائف میں ہے۔

حدیث۔ من کثّر سواد قوم فھو منھم یعنے جو شخص کسی قوم کے مجمع کو

۵۱

قال العلامة محمد
مراد المذكور انفا في
حاشية الكتاب
المذكور رواه ابو يعلى
عن عبد الله بن مسعودؓ
مرفوعا بزيادة ومن
رضي عمل قوم كان
شريك من عمل به
حديث يحتج به على
الشيعة ومن حذا
حذوهم من الصوفية
اهل الرسوم في صنعهم
مثال القبور عن علي
امير المومنين من جدد
قبرا او مثل مثالا فقد خرج
عن الاسلام اورده
في من لا يحضره الفقيه
باب النوادر كذا
في رسالة النجم
بالدور الجديد
۳ ج ۳ ص ۱۲

۵۲

بڑھائے وہ ان ہی میں سے ہے علامہ محمد م
لے جن کا ابھی ذکر ہوا کتاب مذکور کے حاشیہ
میں کہا ہے کہ روایت کیا اسکو ابو یعلی نے
عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً اس زیادت
کیساتھ اور (وہ زیادت یہ ہے کہ) جو شخص
کسی قوم کے عمل سے راضی ہوتا ہے وہ ب
اس کا شریک ہوتا ہے جو اسپ
عمل کرتا ہے۔

حدیث جس سے شیعوں پر او
جو صوفیہ اہل رسوم میں سے
قبور کی نقلیں بناتے ہیں اون کے
طریقہ پر چلتا ہوا ایسے صوفیہ
پر احتجاج کیا جاسکتا ہے حضرت
امیر المومنین علی رضہ سے روایت
ہے کہ جس نے کوئی قبر ایجاد
کرلی یا کوئی نقل بنائی
(اس میں مصنوعی قبر اور تعزیہ
ضریح وغیرہ سب آگئے) وہ اسلام
سے خارج ہو گیا اسکو من لا یحضرہ
الفقیہ کے باب النوادر میں وارد کیا ہے اسی طرح
رسالہ النجم دور جدید ۳ جلد ۳ صہ ۱۲ میں

(باقی آئندہ)

اور وضعداری نبہانے کو خرچ کرتے ہیں اور بعض وقت پاس کچھہ ہوتا نہیں کم دینے میں شرمندگی ہوتی ہے حیثیت کے موافق دینے کے لیے پاس نہیں سخت پریشان ہوتے ہیں

(۱۰۱) فرمایا کہ اگر کوئی شخص کام کرتا ہے تو خود اوس کام مین جذب ثمرات کی ایک خاصیت ہوتی ہے اب لوگ کام نہیں کرتے اور پھر طالب ثمرات ہوتے ہیں اس لئے پریشان رہتے ہیں میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر لوگ نیت خالص کے ساتھہ اپنا کام کرتے رہیں تو اپنے آپ ہی لوگ آ آ کر خدمت کریں ہمارے یہاں اس مدرسہ کے افتتاح کے وقت چندہ کی ضرورت ہوئی ایک بھنگی کا لڑکا نومسلم تجویز کیا نہ اوس میں دنیاوی وجاہت ہو نہ دینی دینی تو اسلئے نہیں کہ بھلا آدمی نماز کا نہ روزہ کا اور دنیاوی اسلئے نہیں کہ وہ بھنگی کا لڑکا ہے مینے اوسکو ایک مضمون عام لکھہ کر دے دیا اور چند لوگوں کے اوسے نام بھی بتلا دیئے اور یہہ لکھدیا کہ جو صاحب اسمیں شریک ہوں وہ اپنا نام اور رقم اپنی قلم سے لکھدیں اور قلیل وکثیر کا لحاظ نہ کریں اور اوس سے کہدیا تھا کہ تو کچھہ نہ کہنا اور اگر وہ کچھہ کہیں تو یہاں آکر نقل نہ کرنا اس کا یہہ اثر ہوا کہ سارے شہر میں کل گیارہ روپے کا چندہ ہوا مگر صاحب اسپر بھی یہہ مفسدہ ہوا کہ لوگوں نے یہاں آکر کام میں مزاحمت کرنی شروع کی میں نے اسلئے وہ چندہ بھی موقوف کردیا کہ یہہ ساری خرابی اسکی ہے اب بالکل آزادی ہے اس آزادی کے زمانہ میں ایک صاحب نے یہاں پانچ روپیہ بھیجنے لانے والے نے مجھہ سے رسید مانگی میں نے رقم واپس کردی کیونکہ جب ہمارا اعتبار نہیں تو ہمارے پاس کیوں بھیجتے ہو۔ پھر اون سفیر صاحب نے کہا کہ میری بے اعتباری کیوجہ سے رسید منگائی ہے میں نے کہا کہ یہہ تو اور زیادہ خرابی کی بات ہے کہ ایسے آدمی کے ہاتھہ کیوں بھیجا جس کا اعتبار نہیں۔ فرمایا کہ حضرت استغنا میں یہہ برکت ہوتی ہے کہ غنی سے لوگوں کو یہہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید قبول نہ کرے اور جسمیں طمع ہوتی ہے اوس سے یہہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید کوئی سوال نہ کر بیٹھے۔ فرمایا کہ سورت سے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ فلاں صاحب مدرسہ کے واسطے تین صد روپیہ دینا چاہتے ہیں آپ رسید کے اوپر مہر لگا کر بھیجدیجئے میں نے کہا

۴۵

کہ جب اعتبار نہیں ہے تو میں نہیں لوں گا اور فرمایا کہ یہہ حال ہونا چاہیئے حکایتیں سنکر نقل کرنا کافی نہیں ہوسکتا۔ ورنہ کبھی کبھی بھانڈہ پہوٹ جاوے گا جیسے ایک باورچی کی حکایت ہے اونہوں نے ایک بخیل کے یہاں بلا کہانے کے ملازمت کی اور یہہ خیال کیا کہ کچھہ نہ کچھہ تو چھوڑ ہی دیا کرے گا جب میاں کے سامنے کہانا لاکر رکہا تو اپنا بھی تخمینہ کرلیا۔ کہ اتنی روٹی اور اس قدر بوٹی میرے لئے بھی بچ رہیں گی۔ اور امیر صاحب نے حصہ مزعومہ سے تجاوز کیا تو ملازم نے سوچا کہ دو روٹی دو بوٹی تو چھوڑ ہی دیوے گا۔ جب اوس سے بھی آگے بڑھا تو فقط ایک ہڈی پیالے میں رہی اب ان کو خیال ہوا کہ خیر ہڈی ہے بچ رہے گی۔ جب اُنہوں نے ہڈی لیکر چوسنی شروع کی تو بے ساختہ باورچی کی زبان سے نکلا کہ ہائے ہڈی بھی کہا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ لالچی سے ضبط نہیں ہوسکتا کبھی نہ کبھی زبان سے نکل ہی جاتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب یہاں راندیر سے آئے ہُوئے تھے وہ ایک شخص کا ذکر کرتے تھے کہ میں وہاں گیا اُنہوں نے میری بڑی خاطر کی طرح طرح کی مٹھائیاں اور کہانے کہلائے مگر یوں کہتے تھے کہ میں اونکی مکاری سے خوب واقف ہوگیا یہہ ساری باتیں اُونہوں نے خوشامدانہ کیں تھیں (جامع سے وہ یہہ بھی کہتے تھے کہ مجھے تو اون صاحب کا امارد کی طرف بھی میلان معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ صاحب مشائخ کے خاص مقرب بھی ہیں اور درویشی میں بھی دعوے ہے غرض لالچ چھپا نہیں رہتا)

(۱۰۲) فرمایا کہ مجھے تو حق تعالیٰ نے غیر مقلدی کی حقیقت ایک خواب میں ظاہر کردی فلاں شہر میں اون کے ایک بہت بڑے مقتدا تھے میں نے دیکھا کہ میں اُنکے یہاں ہوں اور چھاچ (دوغ) تقسیم ہورہی ہے۔ اور مجھکو بھی دینے لگے مگر میں نے نہیں لی (حالانکہ مجھے چھاچ سے بہت رغبت ہے) بس آنکھ کھل گئی حدیث میں دودھ کی تعبیر دین آئی ہے اور چھاچ دودھ کی صورت ہے مگر اوسمیں حقیقت دودھ کی نہیں تو معنی اس خواب کے یہہ ہوئے کہ اس طریق میں صورت دین ہے حقیقت دین نہیں

(۱۰۳) فرمایا کہ میں نے بتجربہ کیا ہے کہ بیعت کے ارادے میں کچھہ کام کرنے

۴۶

لگتے ہیں اسلئے میں پہلے بیعت نہیں کرتا لکھدیتا ہوں کہ اول کام شروع کرو اگر کچھ نفع ہوا تو بیعت سے بھی انکار نہیں پھر جب اونکو جس کا کام کا لگ جاتا ہے تو پھر نہیں چھوٹتا

(۱۰۴) فرمایا کہ جو شخص مجھہ سے بیعت کی درخواست کرتا ہے اول تو میں اوسکو کتابیں دیکھنے کو لکھدیتا ہوں بالخصوص مواعظ کے مطالعہ کو تو میں اکثر لکھتا ہوں اور اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور اگر کسی شخص نے یہہ لکھا کہ ہم نے کتابیں دیکھی ہیں تو میں لکھتا ہوں کہ کتابیں دیکھ کر اپنی حالت میں کیا تغیر کیا اس سے وہ نفع ہوتا ہے جو کہ برسوں کے مجاہدہ میں بھی نہیں ہوتا میں تو اول روز ہی کام میں لگا دیتا ہوں مگر لوگ قدر نہیں کرتے اصل چیز فکر ہے جب فکر میں پڑتا ہے تو راستہ تلاش کرتا ہے بس میں اول ہی گفتگو یا خط وکتابت میں طالب کے سر پر بوجھ رکھدیتا ہوں بس اسکی وجہ سے اوسکو ایک فکر پیدا ہوتی ہے اوس فکر کیوجہ سے راستہ خود بخود منکشف ہونے لگتا ہے۔

(۱۰۵) فرمایا کہ لوگوں کے دماغ خراب ہو گئے ہیں ایک صاحب نے کچھ مسائل دریافت کئے ہیں لکھا ہے کہ ان کا جواب حدیث سے تحریر فرمایا جاوے میں نے لکھدیا ہے کہ فقہ میں تو اس کا جواب یاد ہے اور حدیث سے اس کا جواب یاد نہیں اس لئے جواب سے معذور ہوں۔

۴۷

(۱۰۶) فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک مرتبہ مولنا اسمٰعیل شہیدؒ وعظ بیان فرما رہے تھے اور اہل تشیع کا بہت مجمع تھا اور مولنا اون کے مذہب کی تردید کر رہے تھے اوس مجمع میں دو بھائی تھے۔ ایک بھائی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے ایک شبہ ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تنہا شخص باہر کا رہنے والا ہمارے مجمع میں ہمارے شہر میں ہماری حکومت میں ہماری تردید کر رہا ہے اور ذرا بھی متاثر نہیں ہوتا۔ سیدنا حضرت علیؓ باوجود شیر خدا ہونے کے پھر تقیہ کرتے تھے یہ سمجھہ میں نہیں آتا یا تو اس کا جواب دو نہیں سنی ہوتا ہوں اوس کے دوسرے بھائی نے کہا مجھے بھی یہی شبہ ہو رہا ہے۔ غرض دونوں بھائیوں نے کھڑے ہو کر مولنا سے کہا کہ

ہم سنی ہوتے ہیں پہر تو کثرت سے لوگوں نے توبہ کی فرمایا کہ مولنا کے اخلاص کا کیا
ٹھکانا ہے۔ حضرت سید صاحب اِن کے گہر کے شاگرد تہے اور وہ بہی بے پڑہے
سید صاحب کی تحصیل فقط کافیہ تک تہی اور وہ بہی نام کی مگر مولنا کی اون کے
ساتہہ یہہ حالت تہی کہ سید صاحب کی پالکی کے ساتہہ بغل میں جوتہ لیئے ہوئے
ہیں اور تمام دہلی میں پہرتے تہے لوگوں نے پوچھا کہ آپ شاہ صاحب کے مرید
کیوں نہیں ہوئے سید صاحب کے کیوں ہوئے اِس سے معلوم ہوتا ہے
کہ شاہ صاحب سید صاحب سے گھٹے ہوئے ہیں۔ مولنا نے جواب دیا کہ بات یہ ہے
کہ مجھے سید صاحب سے مناسبت ہے اور شاہ صاحب سے مناسبت نہیں یہ وجہ ہے۔
(۱۰۷) فرمایا کہ مولنا نے اپنی تاریخ اعتقاد بہی بیان کی ہے کہ میں اِس وجہ سے
معتقد ہوا ہوں کہ ایک روز بارش ہو رہی تہی میں نماز کے لیے مسجد میں آیا دیکھا
تو جماعت طیار ہے اور ایک جگہ سے مسجد ٹپک رہی ہے اور وہاں کیچڑ ہو رہی ہے اور جگہ
کوئی کہڑا نہیں ہوتا اسوجہ سے جماعت میں فصل ہو رہا ہے سید صاحب صف میں سے
نکل کر اوسی جگہ نہایت خشوع اور خضوع کے ساتہہ کہڑے ہو گئے۔ اِسی حالت کو دیکھتے
ہی مجھے سید صاحب کے ساتہہ اعتقاد پیدا ہو گیا اور فوراً یہ خیال ہوا کہ یہہ بدون
اخلاص تام کے نہیں ہو سکتا۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ لوگ اپنے دل پر ہاتہہ
رکہہ کر دیکہیں یہہ معمولی بات نہیں ہے ہاں ایسا سنکر اگر کوئی ایسا کرے تو دوسری
بات ہے مگر وہ حال اور یکسوئی جو مخلصین میں ہوتی ہے وہ کہاں سے آوے گی۔
(۱۰۸) فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سید صاحب کی شہرت مولنا شہید و
مولنا عبد الحی صاحب کی وجہ سے ہوئی تہی ورنہ سید صاحب تو اس درجہ کے نہیں تہے
اور ایسے ہی ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی بابت بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کی
شہرت مولنا رشید احمد صاحبؒ اور مولنا محمد قاسم صاحبؒ کی وجہ سے ہوئی۔
(استغفر اللہ۔ جامع) حضرت حاجی صاحب جس فن کے کامل تہے رائے دینے والے
لوگونکو اوسکی ہوا بہی نہیں لگی۔ ہاں یہہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اظہار کمال حضرت کا انہیں

۴۸

(ح) یومئذٍ تحدث اخبارھا بان ربک اوحیٰ لھا (ترجمہ) زمین بہی ہر بات کی خبر دے گی اسوجہ سے کہ خدائے تعالیٰ نے اوسکو حکم دیا ہے۔ دونوں آیتوں سے یہ اصول ثابت ہوا کہ ہر اوس چیز کا بولنا ممکن ہے جسکو خدائے تعالیٰ حکم دیں جاندار ہونے پر موقوف ہے نہ زبان کا ہونا ضروری نہ مشین سے آواز کو محفوظ کرنا شرط یہ اصول بالکل جامع ہے دنیا کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں جاسکتی جس کے حکم سے زبان بولنے لگتی ہے اوس کے حکم سے ہر چیز بول سکتی ہے

تمثیل میں ہم نے صرف دو باتیں یعنی وزن اعمال اور اعضا اور زمین کا قیامت میں بولنا دکھایا ہے اگر کسیکی طبیعت سلامت ہے تو ان دونوں کی سمجھ میں آجانے کے بعد کسی قدرتی بات میں بھی تعجب نکرے گا اور اپنے مخترعہ کسی اصول پر اعتماد نہ کرے گا بلکہ صحیح اصول اوسیکو سمجھیگا جسکو شریعت نے قرار دیا ہے۔ وان اللہ علیٰ کل شئ قدیر ہے اور کسی خبر وارد شدہ شریعت میں تاویل کی ضرورت نہ سمجھے گا ورنہ علما جواب میں وہی کہیں گے جو اہل یورپ نے اون گنواروں سے کہا جنھوں نے یورپ کی ایجادوں کی خبر کی تکذیب کی کہ گھڑی کی ہر ہر بات کو بھی تم تعجب سے دیکھتے اور اوس سے متوحش ہوتے تھے مگر اپنی آنکھوں سے دیکھکر ماننا پڑا پھر تمہارا کیا مونہہ ہے کہ ہماری خبروں کو جھٹلاؤ۔ اور سب کو آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ یوروپ چلو سب چیز دیکھ لو۔ علما بھی یہی کہیں گے کہ وزن اعمال اور جمادات کا بولنا ثابت کردیا گیا پھر کیا مونہہ ہے کسی خبر کو بھی جھٹلانے کا اور کونسی وجہ ہے تعجب کرنے کی اور اگر آنکھ سے دیکھنا ہے۔ پس پردہ سب چیز موجود ہے مگر وہ پردہ دنیا کی آنکھ مچنے کے بعد اٹھیگا اس وقت مانا نہیں سکتا اور وہاں کا قانون اس کے متعلق بہت سخت ہے وہ یہہ کہ پردہ اٹھنے کے بعد اسکو تسلیم کرنا بیکار ہے اس کارخانہ کے مالک کی مرضی یہہ ہے کہ اوسکی ہر ایک خبر کی تصدیق کیجاوے اور اوسکو سچا سمجھا جاوے وہ امتحان کرنا چاہتا ہے کہ کون ہم کو سچا سمجھتا ہے اور کون جھوٹا۔ اوسکو یہہ بھی حق حاصل تھا کہ تمہارے

۱۶۵

(۲) سمجھائی کی بہی کوشش نکرتا لیکن شدت رافت ورحمت ہے کہ سمجہانے کا پورا اہتمام کیا اور نظائر قدرت بے تعداد سامنے رکہدیں اسپر کوئی تصدیق نکرے تو اوس کے واسطے یہہ سخت قانون موجود ہے فلما رأوا بأسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا سنة اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکفرون ط اس آیت میں ایک ایسی قوم کا حال بیان ہوا ہے جو اہل علم تہے مگر پیغمبر کو جہٹلایا تہا چنانچہ اس سے اوپر فرمایا ہے فلما جاءتھم رسلھم بالبینت فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون ۰ یعنے جب اون کے پاس پیغمبر آئے تو وہ اپنے علم پر اترانے لگے - انجام یہہ ہوا کہ جس چیز سے وہ تمسخر کرتے تہے (عذاب) اوس نے اون کو گہیر لیا ظاہر ہے کہ اوس جماعت کا علم علم دین نہ تہا کیونکہ علم دین ہوتا تو وہ اور انبیاء علیہم السلام کا علم تو ایک ہی چیز ہوتا پہر انبیاء علیہم السلام کو جہٹلانا کیا معنے بلکہ وہ علم علم دنیا تہا - بلفظ دیگر وہ سائنس والوں کی جماعت تہی - اون ہی کا انجام آیت فلما رأوا بأسنا میں بیان ہوا ہے - ترجمہ یہ ہے کہ جب اونہوں نے ہمارے عذاب کو دیکہا تو کہنے لگے ہم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے مشرکانہ خیالات سے توبہ کرتے ہیں - لیکن (ان کے پیچہے کی چیز) عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا کارآمد نہوا - یہی عادت ہے اللہ کی جو ہمیشہ بندوں کے ساتھ رہی ہے اور منکر لوگ وہاں خسارہ ہی میں رہے ہیں - ثابت ہوا کہ قانون الٰہی یہی ہے کہ اپنی خبر کی تصدیق اور ایمان بالغیب چاہتے ہیں دیکھہ لینے کے بعد ایمان کو قبول نہیں کرتے - ہاں اپنی خبر کا صدق ظاہر کرنے کے لیے معجزات اور عقلی دلائل بہت کافی وافی پیش کرتے ہیں - غرض اس تمنا میں رہنا کہ جن چیزونکی خبر شرع نبیہ میں دی گئی ہے اون کو آنکھہ سے دیکھہ لیں یہہ فضول ہے کیونکہ اوس کے دیئے موت کا وقت مقرر ہے اور دیکھنے کے بعد ایمان لانا اور یقین کرنا بے سود ہے اور دنیا میں دیکھنے پر اصرار کرنا ایسا ہوگا جیسے کسیکو حساب کا عمل کرکے بتا دیا جاوے کہ پچاس لاکھہ اور پچیس لاکھہ اور دس لاکھہ روپیہ مل کر پچاسی لاکھہ ہوتے ہیں تو وہ کہے کہ میں

انتباہ سوم متعلق نبوت

(۱) اس مادہ میں چند غلطیاں واقع ہو رہی ہیں اول وحی کی حقیقت میں جس کا حاصل بعض مدعیان اجتہاد نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض میں فطرۃً اپنی قوم کی بہبودی و ہمدردی کا جوش ہوتا ہے اور اس جوش کے سبب آپ اسی کے تخیلات غالب رہتے ہیں اس غلبہ تخیلات سے بعضے مضامین کو اس کا متخیلہ مہیا کر لیتا ہے اور بعض اوقات اسی غلبہ سے کوئی آواز بھی مسموع ہوتی ہے اور بعض اوقات اسی غلبہ سے کوئی صورت بھی نظر آ جاتی ہے اور وہ صورت (سنائی دینے لگتی ہے) بات کرتی ہوئی بھی معلوم ہوتی ہے اور خارج میں اس آواز یا اس صورت یا اس کلام کا کوئی وجود نہیں ہوتا سب (داخل میں) موجودات خیالیہ ہیں فقط

۱۶۷ (۷) اسکو نہیں مان سکتا۔ جبتک کہ اتنا اتنا روپیہ لاکر جمع کرکے نہ گنوا دیا جاوے تو یہ سوال فضول ہوگا کیونکہ علم حساب مفید یقین ہے۔ اسیطرح جب وہ دلیلیں پیش کر دی گئیں جو مفید یقین ہیں (اسکی دلیل یہ ہے کہ اون کا رد کوئی نہیں کر سکتا) تو اس کے بعد اون واقعات کے دکھانے کا سوال بھی فضول ہوگا۔ غرض مغیبات کے دیکھنے کی ضرورت نہیں صرف ثبوت کی ضرورت ہے اور ثبوت کے لیے سچی خبر کافی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہم کو پہونچی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا سچا ہونا ہر طرح ثابت کر دیا گیا ہے کبھی کوئی دلیل سے اونکو نہیں جھٹلا سکا اون کے علوم اسوقت بھی باقی ہیں اور اون کے جانشین بھی موجود ہیں جس کا جی چاہے اون سے سمجھ سکتا ہے۔ ہم نے دو باتوں میں تعلیم یافتہ حضرات کی کوتاہی بہت واضح طریق سے ثابت کر دی ہے اگر کوئی صاحب انصاف سے اور غور سے کام لیں گے تو شریعت کی جتنی خبروں میں تردد کرتے ہیں اون سب میں اپنی حالت ویسی ہی پائیں گے جیسی اون دیہاتیوں کی تھی یورپ کے کاریگر کے سامنے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آجکل مذہبی آزادی کا دور دورہ ہے جو جسکی سمجھ میں آتا ہے خیال باندھ لیتا ہے۔ خیر

(ح) اسکی تو چنداں شکایت نہیں ع ہر کس بخیال خویش خبطے دارد شکایت اون مسلمانوں کی ہے جو مسلمان کہلانا گوارا کرتے ہیں مگر اجزار اسلام میں ایسی تراش خراش کرتے ہیں کہ باوجود اون کے اسلام کا قایم رہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مٹی کہا کر خیال کرے کہ میں پلاؤ کھایا۔ اسلام کے جزو اولی دو ہیں توحید و رسالت۔ توحید اور ذات خداوندی کے متعلق اس قسم کے خیالات اون حضرات نے تراشے ہیں جن سے ذات خداوندی ہی کی نفی لازم آتی ہے۔ اس کا بیان انتباہ دوم میں گذرا۔ اب انتباہ سوم میں اون خیالات کا بیان ہے جو رسالت کے متعلق تراشے گئے ہیں۔

اس باب میں یہ لوگ چند غلطیوں میں مبتلا ہیں اول وحی کی حقیقت کے متعلق کہ اسکو انہوں نے صرف خیالی بات قرار دیا ہے اس کے بیان میں یہ تک بندی کی ہے کہ انسان کی طبیعت میں تمدن فطرۃً داخل ہے جس کے معنے ہیں ایک دوسرے کا محتاج ہونا۔ انسان بہائم وطیور کی طرح نہیں ہے کہ بود و باش میں اونکو اس قدر سہولت ہے کہ گہاس دانہ چر لیا اور بیٹھ رہے کوئی فرد اپنے جنس کے دوسرے افراد کا چنداں محتاج نہیں برخلاف اس کے انسان ایک لقمہ کے حاصل کرنے میں بہی دوسرے اپنے بنی نوع کا محتاج ہے جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ اسیواسطے ہمدردی کا مادہ انسان میں بہت ہے اور یہ بہی ظاہر ہے کہ سب افراد انسان علم و شعور قوت وغیرہ میں برابر نہیں بعضے افراد دوسروں پر فوقیت رکہتے ہیں ویر دستوں کا کام زبردستوں سے چلتا ہے۔ بعض بڑے لوگ چھوٹوں پر بہت ہمدردی رکہتے ہیں دن رات اون کی بہبودی کی فکروں میں رہتے ہیں اپنے آرام آسائش کو اونکی خاطر چھوڑ دیتے ہیں جیسے ماں بچہ کی بہبودی کے فکر میں اپنی فکر بالکل چھوڑ دیتی ہے۔ ان کو مصلح قوم کہتے ہیں بعض ان مصلحین کی طبیعت میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دن رات اصلاح قوم ہی کے خیال میں غرق رہتے ہیں اور یہہ دیکھا جاتا ہے کہ جو جس خیال میں غرق رہتا ہے خواہ اوس سے خوف کی وجہ سے یا محبت کی وجہ سے تو ہر بات میں اوسکو وہی نظر آتی ہے۔ اور طرح طرح کے خیال بہی اوسیکے متعلق بندہا کرتے ہیں مثلاً کوئی شخص شیر سے ڈر گیا ہو تو گہاس پہوس میں بہی

(باقی آئندہ)

اُس نے کہا میں علم صادق (یعنی آسمانی کتابوں) میں دیکھتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوگا اُس کے کام پر ایک جوان اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی مدد کرے گا جوان بڑا جفاکش اور حلال مشکلات ہوگا اور ادھیڑ گورے رنگ اور اکہرے بدن کا ہوگا اس کے شکم پر ایک تل ہوگا اور اسکی بائیں ران پر ایک نشانی ہوگی تمہارا اس میں کیا حرج ہے اگر تم مجھے اپنا شکم دکہادو کیونکہ میری سب باتیں تم میں پائی جاتی ہیں علاوہ اس بات کے جب مجھے معلوم نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شکم اُس کے سامنے کہولدیا تو اس نے ایک سیاہ تل میرے ناف کے اوپر دیکھ کر کہا قسم رب کعبہ کی کہ وہ تم ہی ہو۔

ابن سعد نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ہمیشہ اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں کے بول و براز میں چل رہا ہوں حضرت نے فرمایا ضرور ضرور تم لوگوں میں باعزت ہوگے نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے اپنے سینہ میں دو نشان سے دیکھے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسکی تعبیر) دو برس[1]۔

91

اگر کوئی کہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جب جانتے تہے کہ اون کو خلافت کی بشارت مل چکی ہے تو پہر بیعت کے وقت انہوں نے کیوں توقف کیا؟ اور کیوں حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہما) کی طرف اشارہ کیا کہ ان دو میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو تو ہم جواب دیں گے کہ کسی چیز کی بشارت ملنا اس بات کو مقتضی نہیں کہ اسکو طلب بہی کریں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا تھا[2] کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ہوں گی مگر باوجود اس کے آپ نے

---

[1] یعنی تمہاری خلافت دو برس ہیگی چنانچہ حضرت صدیق کی خلافت کچھ مہینے اوپر دو برس رہی مگر کا اعتبار نہیں کیا گیا ۱۲ [2] چنانچہ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑا حضور نبوی میں حاضر کیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شبیہ مبارک تہی اور کہا کہ یارسول اللہ یہ آپ کی زوجہ ہونگی ۱۲

اُن سے نکاح ہو جانے کی کوشش نہ کی اور فرمایا کہ اگر یہ بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اوسکو پورا کر دے گا اصل یہ ہے کہ با خدا لوگوں کی حالت ایسے مواقع میں مختلف ہوتی ہے۔ کبھی جس چیز کی بشارت ملی ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں باوجودیکہ اون کو اس چیز کے حاصل ہو جانے کا یقین ہوتا ہے اور کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں اور تدبیر غیب کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں لطفِ الٰہی کس قالب میں روح کو پہونچاتا ہے (یعنی کس طریقہ سے اس بشارت کو پورا کرتا ہے) حضرت صدیق رضؓ نے (اسی اصل کے موافق) توقف کی راہ اختیار کی تاکہ تحریکِ نفس سے دور رہیں یا اور کسی وجہ سے جو اس کے مثل ہو (ازالۃ الخفا مقصد اول فصل چہارم)

علاوہ علم تعبیر کے آپ کو علم انساب میں ایک خاص مہارت حاصل تھی عرب کے بالعموم اور تمام قریش کے بالخصوص نسب نامے ان کو ازبر یاد تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم جو عرب کے بڑے نسابوں میں شمار کئے جاتے ہیں آپ ہی کے خوشہ چیں تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم انساب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سے سیکھا ہے جو کہ اہل عرب کے سب سے بڑے نسب داں تھے۔

92

آپ کی اس نسب دانی کا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف سے بھی کامل ثبوت ملتا ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ کفار اور ان کے بزرگوں کے خلاف نظم کرنے سے پہلے میرا نسب نامہ ابن ابی قحافہ یعنی حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے دریافت کر لینا وہ ہمارا نسب نامہ بہتر جانتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کافروں کے بزرگوں کے بر خلاف کچھ کہتے ہوئے میرے بزرگوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈالو (چنانچہ اسد الغابہ میں روایت ہے) کہ مشرکین قریش میں جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے وہ یہ لوگ تھے ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن زبعری اور عمرو بن عاص اور ضرار بن خطاب۔ ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ان لوگوں کی ہجو کرو جو ہماری ہجو کیا کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اجازت دیں تو میں ایسا کروں مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میں وہ بات نہیں ہے جسکی اس کام میں ضرورت ہے پھر کسی نے کہا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تلواروں سے مدد کی انہیں اس بات سے کیا چیز مانع ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے آپ کی مدد کریں حسّان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں چنانچہ یہ اپنی زبان کی تیزی دکھانے لگے اور کہا کہ مجھے اس کے بدلے میں بصرےٰ سے صنعار تک کوئی کلام خوش نہیں آتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مشرکین قریش کی ہجو کس طرح کرو گے میں بھی تو اسی خاندان سے ہوں تم ابوسفیان کی ہجو کس طرح کرو گے؟ وہ تو میرے چچا کے بیٹے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپکو ان سے اس طرح نکال لونگا جس طرح خمیر سے بال نکال لیا جاتا ہے تو حضرت نے فرمایا اچھا تم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ وہ قریش کے نسب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں چنانچہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے کہ وہ ان کو انساب قریش پر مطلع کریں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے تھے کہ فلانی فلانی کا ذکر نہ کرنا اور فلانی فلانی کا ذکر کرنا۔ پس یہ کفار قریش کی ہجو کرنے لگے جب کفار قریش نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے تو کہنے لگے کہ یہ اشعار ایسے ہیں کہ بغیر ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق کے مشورے) کے نہیں کہے گئے۔ ابوسفیان بن حارث کی نسبت جو اشعار انہوں نے کہے تھے انہیں سے چند شعر یہ ہیں

۹۳

اشعار

(۱) وان سنام المجد من ال ھاشم — بتحقیق بزرگی کی عزت ہاشم کی اولاد سے ہے جو مخزوم کی[۱]

بنو بنت مخزوم ووالدک العبد — بیٹی کی اولاد ہیں اور تیرا باپ تو غلام ہے۔

---

۵ بُصریٰ اور صنعار دونوں مقامات کے نام ہیں مطلب یہ ہے کہ میں اس خدمت سے بہتر کوئی بات نہیں سمجھتا

۱ مخزوم کی بیٹی سے مراد فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم مراد ہیں جو ابوطالب اور حضرت عبداللہ اور زبیر صاحبزادگان عبدالمطلب کی والدہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی تھیں ۱۲

(۲) ومن ولدت ابناء زهرة منهم کرام ولم یقرب عجائزك المجد	اور انہیں سے جو زہرہ کی اولاد[۱] ہیں وہ بھی بزرگ ہیں اور بزرگی تیری بڑھیوں کے قریب سے بھی نہیں نکلی
(۳) ولست کعباس ولا کابن امه ولکن لئیم لا تقام له زند	اور تو عباس اور ان کے اخیافی بھائی[۲] کی مثل نہیں ہے بلکہ تو ایسا لئیم ہے جسکی مدد کے لئے کسی کا ہاتھ نہیں اٹھتا،
(۴) وان امرء کانت سمیة امه وسمراء مغمور اذا بلغ الجهد	بے شک وہ شخص جسکی ماں سمیہ[۳] اور سمراء ہو وہ ہمت کے کاموں میں پست ہوجاتا ہے۔

جب ان اشعار کی خبر ابوسفیان کو پہونچی تو اس نے کہا کہ یہ شعر تو بغیر مشورہ ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے نہیں کہے گئے۔

آپ کو سنت کے علم میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اکثر مرتبہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی طرف رجوع کیا آپ ہمیشہ ان کے روبرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کردیا کرتے تھے کیونکہ آپ نے احادیث کو ازبر کر رکھا تھا اور بوقت ضرورت انہیں میں سے آپ پیش کردیتے تھے آپ سے بڑھکر اور کون حافظ الحدیث ہوسکتا تھا ابتداء رسالت سے رفیق اعلی کی طرف انتقال فرمانے تک آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے اور اس کے باوجود آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور آپ صد درجہ تیز طبیعت اور ذکی واقع ہوئے تھے۔ ۹۴

آپ کو تعجب ہوگا کہ باوجود ان باتوں کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت کم احادیث مروی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ بہت ہی کم زندہ رہے اگر آپ کچھ مدت زندہ رہتے تو آپ کی روایات تمام صحابہ کرام سے زائد ہوتیں اور کوئی حدیث ایسی نہوتی جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سند نہوتی۔

---

[۱] زہرہ کی اولاد سے مراد حضرت حمزہ اور صفیہ ہیں ان دونوں کی والدہ ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ ہیں ۱۲ [۲] عباس کے اخیافی بھائی سے مراد ضرار بن عبدالمطلب ہیں ان دونوں کی والدہ نتیلہ تھیں جو نمر بن قاسط کے خاندان کی تھیں ۱۲ [۳] سمیہ ابوسفیان کی ماں تھیں اور سمراء ان کی دادی تھیں ۱۲

(باقی آئندہ)

یادگار صالحین

اس جہل وضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چلے ہیں سخت ضرورت ہے کہ انکو دینی معلومات کی واقفیت کیساتھ یادگار صالحین و بندگان دین کے حالات و واقعات کا بھی مطالعہ کرایا جائے جو دینی معلومات کے لیے اعانت کا کام دیگا خصوصاً ان بزرگان حقہ کا جن کے نام سے شاید ہی اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو کیا اسوقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی و حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں ان حضرات کے حالات کے سچے اور صحیح ہونے کے لیے جناب امیر شاہ خانصاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ کی زبان سے نکلے ہوئے ہونیکے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نوراً علی نور کا کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کئے گئے ہیں ان کا نام امیر الروایات فی عجیب الحکایات رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کما حقہ تعریف ناممکن ہے پوری کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے قیمت ایک روپیہ محصولڈاک چار آنے۔

ترجمہ ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہو ہر کام کرنا دشوار ہوتا ہے بلکہ نہیں ہو سکتا اگر ہوتا بھی ہے تو حکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے اسوجہ سے فی زمانناکہ حاکم اسلام تو موجود نہیں احکام شرعیہ پر مسلمانوں کو قائم رہنا دشوار ہو رہا ہے اب تو مسلمانوں کو ہر امر دینی کا کوئی فائدہ یا اسکے ترک سے مضرت معلوم ہو اور پھر عمل مشکل ہے۔ لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جس میں احکام شریعہ کی منفعت اور اسکے ترک سے مضرت بتلا کر رغبت پیدا کیجاوے اسی بارے میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب آئی اور اس کا ترجمہ شروع کرا دیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ الہادی میں ہر مہینہ شائع کرتا رہا چونکہ رسالہ الہادی میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور رسالہ کے فرمے بچ جاتے ہیں احقر انکو جمع کر کے کتاب کی صورت میں تیار کر لیتا ہے اسطرح کئی کتابیں ایسی علیحدہ تیار ہو کر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہیں مثلاً تسہیل المواعظ۔ المصالح العقلیہ۔ امیر الروایات۔ التشرف حصہ اول وغیرہ لہذا کتاب ترغیب کی بھی منفصل ذیل جلدیں تیار ہو چکی ہیں جو کچھ روز سے شائع ہو رہی ہیں اس کے اسوقت تک تین حصے تیار ہیں۔ جلد اول قیمت ۱۰/ دوم قیمت عہ سوم ۲/

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی